بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم — وعلٰی عبدہ المسیح الموعود

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

جلد 48

ایڈیٹر
منیر احمد خادم

نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
منصور احمد

Postal Registration No:p/GDP-23

ہفت روزہ **بدر** قادیان

The Weekly **BADR** Qadian

شمارہ 13

شرح چندہ
سالانہ 150 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
20 پونڈ یا 40 ڈالر امریکن۔ بذریعہ بحری ڈاک 10 پونڈ یا 20 ڈالر امریکن

13 ذی الحجہ 1419 ہجری یکم شہادت 1378 ہش یکم اپریل 1999ء

لندن ۲۷ / مارچ (مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل)
سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر وعافیت ہیں الحمد للہ۔ آج حضور نے مسجد فضل میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے حقیقی مومنین کی علامات بیان فرمائیں اور قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں بکثرت دُعائیں کرنے کی طرف احباب کو توجہ دلائی۔ پیارے آقا کی صحت و تندرستی درازیٔ عمر مقاصد عالیہ میں فائز المرامی اور خصوصی حفاظت کیلئے احباب دُعائیں کرتے رہیں۔

اللھم اید امامنا بروح القدس و بارک لنا فی عمرہ و امرہ

اس زمانہ میں خدا نے مجھے مامور کیا اور اپنی معرفت کا نور مجھے بخشا

ملفوظات سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

دُعا کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی نیک صحبت میں رہنا چاہیئے۔ سب تعصّبوں کو چھوڑ کر گویا دُنیا سے الگ ہو جاوے۔ جیسے جہاں طاعون پڑی ہوئی ہو۔ اور کوئی شخص وہاں سے الگ نہیں ہوتا ہے۔ تو وہ خطرہ کی حالت میں ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنی حالت کو بدل نہیں ڈالتا اور اپنی زمین میں تبدیلی نہیں کرتا اور الگ ہو کر نہیں سوچتا۔ کہ کس طرح پاک زندگی پاؤں اور خدا سے دُعا نہیں مانگتا وہ خطرہ کی حالت میں ہے۔ دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا۔ جس نے دُعا کی تعلیم نہیں دی۔ یہ دُعا ایک ایسی شے ہے۔ جو عبودیّت اور ربوبیّت میں ایک رشتہ پیدا کرتی ہے۔ اس راہ میں قدم رکھنا بھی مشکل ہے۔ لیکن جو قدم رکھتا ہے پھر دُعا ایک ایسا ذریعہ ہے کہ اُن مشکلات کو آسان اور سہل کر دیتا ہے۔

دُعا کا ایک ایسا باریک مضمون ہے کہ اس کا ادا کرنا بھی بہت مشکل ہے جب تک خود انسان دُعا اور اس کی کیفیتوں کا تجربہ کار نہ ہو۔ وہ اُس کو بیان نہیں کر سکتا۔ غرض جب انسان خدا تعالیٰ سے متواتر دُعائیں مانگتا ہے۔ تو وہ اَور ہی انسان ہو جاتا ہے۔ اس کی روحانی کدُورتیں دُور ہو کر اُس کو ایک قسم کی راحت اور سرور ملتا ہے اور ہر قسم کے تعصب اور ریاکاری سے الگ ہو کر وہ تمام مشکلات کو جو اُس کی راہ میں پیدا ہوں برداشت کر لیتا ہے۔ خدا کیلئے اُن سختیوں کو جو دوسرے برداشت نہیں کرتے اور نہیں کر سکتے صرف اسلئے کہ خدا تعالیٰ راضی ہو جاوے برداشت کرتا ہے۔ تب خدا تعالیٰ جو رحمٰن رحیم خدا ہے۔ اور سراسر رحمت ہے۔ اُس پر نظر کرتا ہے۔ اور اُس کی ساری گلفتوں اور کدُورتوں کو سرور سے بدل دیتا ہے۔

زبان سے دعویٰ کرنا کہ میں نجات پا گیا ہوں یا خدا تعالیٰ سے قوی رشتہ پیدا ہو گیا ہے۔ آسان ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ دیکھتا ہے کہ وہ کہاں تک ان تمام باتوں سے الگ ہو گیا ہو۔ جن سے الگ ہونا ضروری ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ جو ڈھونڈتا ہے وہ پا لیتا ہے۔ سچے دل سے قدم رکھنے والے کامیاب ہو جاتے ہیں اور منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں جب انسان کچھ دین کا اور کچھ دنیا کا ہوتا ہے آخر کار دین سے الگ ہو کر دنیا ہی کا ہو جاتا ہے۔ اگر انسان ربانی نظر سے مذہب کو تلاش کرے تو تفرقہ کا فیصلہ بہت جلد ہو جائے مگر نہیں یہاں مقصود اور غرض یہ ہوتی ہے کہ میری بات رہ جاوے۔ دو آدمی اگر بات کرتے ہیں۔ تو ہر ایک اُن میں سے یہی چاہتا ہے کہ دوسرے کو گرا دے۔ اس وقت تو چیونٹی کی طرح تعصب، ہٹ دھرمی اور ضد کی بلائیں لگی ہوئی ہیں۔ غرض میں آپ کو کہاں تک سمجھاؤں بات بہت باریک ہے اور دنیا اس سے بے خبر ہے۔ اور یہ صرف خدا ہی کے اختیار میں ہے۔

ہے اور یہ وبا خطرناک طور پر پھیلی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں۔ خدا پر ایمان لانے سے انسان فرشتہ بن جاتا ہے بلکہ ملائکہ کا مسجود ہوتا ہے۔ نورانی ہو جاتا ہے۔

غرض جب اس قسم کا زمانہ دنیا پر آتا ہے۔ کہ خدا کی معرفت باقی نہیں رہتی۔ اور تبہ کاری اور ہر قسم کی بدکاریاں کثرت سے پھیل جاتی ہیں۔ خدا کا خوف اُٹھ جاتا ہے۔ اور خدا کےحقوق بندوں کو دیئے جاتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ ایسی حالت میں ایک انسان کو اپنی معرفت کا نور دے کر مامور فرماتا ہے۔ اس پر لعن طعن ہوتا ہے۔ اور ہر طرح سے اس کو ستایا جاتا اور دُکھ دیا جاتا ہے۔ لیکن آخر وہ خدا کا مامور کامیاب ہو جاتا اور دنیا میں سچائی کا نور پھیلا دیتا ہے۔ اسی طرح اس زمانہ میں خدا نے مجھے مامور کیا اور اپنی معرفت کا نور مجھے بخشا۔ کوئی گالی نہیں جو ہم کو نہیں دی گئی۔ کوئی صورت ایذا رسانی کی نہیں۔ جو ہمارے لئے نہیں نکالی گئی۔ مگر ہم ان ساری بدزبانیوں کو سنتے ہیں اور ان ساری تکلیفوں کے برداشت کرنے کو ہر وقت آمادہ ہیں۔ خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ بناوٹ سے نہیں بلکہ ہمارا فرض ہے کہ سنیں۔ کیونکہ جس مسند پر ہمیں بٹھایا گیا ہے۔ اُس پر بیٹھنے والوں کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے۔

اس وقت آسمان باتیں کر رہا ہے

غرض اس سلسلہ کو قائم ہوئے پچیس سے زیادہ سال گزر گئے۔ یہ ایک بڑا حصہ زندگی کا ہے۔ اس عرصہ میں ایک بچہ پیدا ہو کر بھی صاحبِ اولاد ہو سکتا ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ اس نے عین وقت پر ہماری دستگیری کی اور مخلوق پر رحم فرمایا۔ چونکہ خود اس نے ایک غیر معمولی ہمّت اور استقلال ہم کو دیا ہے۔ جو اپنے ماموروں کو ہمیشہ دیا کرتا ہے۔ اسی لئے اسی قوت اور طاقت کی وجہ سے ہم نہیں تھکتے۔ اور یہ ساری مخالفتیں جو اس وقت کی جاتی ہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ ان کا نام و نشان مِٹ جاوے گا۔ اور ہم امیدوار ہیں کہ وہ زمانہ آنے والا ہے۔

میں سچ کہتا ہوں کہ اس وقت آسمان باتیں کر رہا ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ زمین کے رہنے والوں میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہو۔ جس طرح سے ہر ایک بادشاہ طبعاً چاہتا ہے کہ اُس کا جلال ظاہر ہو۔ اسی طرح منشاء الٰہی یونہی ہو رہا ہے۔ کہ اس کی عظمت و جبروت کا اہلِ دنیا کو علم ہو اور وہ خدا جو پوشیدہ ہو رہا ہے دنیا پر اپنا ظہور دکھائے۔ اسلئے اس نے اپنا ایک مامور بھیجا ہے تاکہ دنیا کا جذام جاتا رہے۔

خدا نے مجھ پر اپنا جلوہ کیا ہے

میرا مذہب یہ ہے کہ وہ خدا جس کو ہم دکھانا چاہتے ہیں وہ دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہے اور دنیا اس سے غافل ہے۔ اُس "نے مجھ پر اپنا جلوہ دکھایا ہے۔ جو دیکھنے کی آنکھ رکھتا ہے وہ دیکھے۔

دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو خدا کو مانتے ہیں اور دوسرے وہ جو نہیں مانتے۔ اور دہریہ کہلاتے ہیں۔ جو مانتے ہیں۔ اُن میں بھی دہریّت کی ایک رگ ہے۔ کیونکہ اگر وہ خدا کو کامل یقین کے ساتھ مانتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس قدر فسق و فجور اور بے حیائی میں ترقی ہو رہی ہے۔ ایک انسان کو مثلاً سنکھیا یا سٹرکنیا دیا جاوے جبکہ اُس کو اس بات کا علم ہے کہ یہ زہر قاتل ہے تو وہ اُس کو کبھی نہیں کھائے گا۔ خواہ اس کیساتھ تم اُسے کس قدر بھی لالچ روپیہ کا دو۔ اس لئے کہ اُس کو اِس بات کا یقین ہے کہ میں نے اس کو کھایا اور ہلاک ہوا۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ گناہ سے ناراض ہوتا ہے اور پھر بھی اس زہر کے پیالے کو پی لیتے ہیں۔ جھوٹ بولتے، زنا کرتے ہیں۔ دُکھ دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ بارہ بارہ آنہ یا ایک روپیہ کے زیور پر معصوم بچوں کو مار ڈالتے ہیں۔ اس قدر بے باکی اور شرارت و شوخی کا پیدا ہونا سچے علم اور پورے یقین کے بعد تو ممکن نہیں اس سے معلوم ہوا کہ اُن کو یہ ہرگز معلوم نہیں کہ یہ بدی کا زہر ہلاک کرنے میں سنکھیا یا سٹرکنیا کے زہر سے بھی بڑھ کر ہے۔ اگر اُن کا ایمان اس بات پر ہوتا کہ خدا ہے اور وہ بدی سے ناراض ہوتا ہے اور اس کی پاداش میں سخت سزا ملتی ہے۔ تو گناہ سے بیزاری ظاہر کرتے۔ اور بدیوں سے ہٹ جاتے۔ لیکن چونکہ گناہ کی زندگی عام ہوتی جاتی ہے۔ اور بدی اور فسق و فجور سے نفرت کی بجائے محبت بڑھتی جاتی ہے۔ اِس لئے میں یہی کہوں گا اور یہی سچ ہے کہ آج کل دہریہ مت پھیلا ہوا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایک گروہ زبان سے کہتا ہے کہ خدا ہے مگر مانتا نہیں اور دوسرا گروہ صاف انکار کرتا ہے۔ حقیقت میں دونو ملے ہوئے ہیں۔

حضورؑ کی آمد کا مقصد

اس لئے میں خدا تعالیٰ پر ایسا ایمان پیدا کرانا چاہتا ہوں کہ جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاوے وہ گناہ کی زہر سے بچ جاوے اور اُس کی فطرت اور سرشت میں ایک تبدیلی ہو جاوے۔ اُس پر موت وارد ہو کر ایک نئی زندگی اُس کو ملے۔ گناہ سے لذّت پانے کی بجائے اُس کے دل میں نفرت پیدا ہو۔

جس کی یہ صورت ہو جاوے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے خدا کو پہچان لیا ہے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ اس زمانہ میں یہی حالت ہو رہی ہے کہ خدا کی معرفت نہیں رہی۔ کوئی مذہب ایسا نہیں رہا۔ جو اس منزل پر انسان کو پہنچاوے اور یہ فطرت اس میں پیدا کرے۔ ہم کسی خاص مذہب پر کوئی افسوس نہیں کر سکتے۔ یہ بلا عام ہو رہی ہے۔ اور رذائل دُور ہو کر اخلاق فاضلہ آنے لگتے ہیں۔ اور سبزہ کی طرح آہستہ آہستہ بڑھتے ہیں۔ اور اپنے اخلاق اور عادات میں ترقی کرنے لگتے ہیں۔ انسان ایک دم میں ہی ترقی نہیں کر لیتا۔ بلکہ دنیا میں قانون قدرت یہی ہے کہ ہر شئے تدریجی طور پر ترقی کرتی ہے۔ اس سلسلہ سے باہر کوئی شئے ہو نہیں سکتی۔ ہاں ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ آخر سچائی پھیلے گی اور پاک تبدیلی ہو گی۔ یہ میرا کام نہیں ہے بلکہ خدا کا کام ہے۔ اُس نے ارادہ کیا ہے کہ پاکیزگی پھیلے۔ دنیا کی حالت مسخ ہو چکی ہے اور اُسے ایک کیڑا لگا ہوا ہے۔ پوست ہی پوست باقی ہے مغز نہیں رہا۔ مگر خدا نے چاہا ہے کہ انسان پاک ہو جاوے اور اُس پر کوئی داغ نہ رہے۔ اسی واسطے اُس نے محض اپنے فضل سے یہ سلسلہ قائم کیا ہے"۔ (ملفوظات جلد ۲ ۔ صفحہ ۲۷۴ ۔ صفحہ ۲۷۹)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان:

لا اله الا الله محمد رسول الله

ہفت روزہ بدر قادیان **اداریہ** یکم اپریل 1999

ادارہ "اشاعتِ اسلام" مالیر کوٹلہ کے جواب میں

(2)

گذشتہ گفتگو میں ہم ادارہ اشاعت اسلام مالیر کوٹلہ کے بانی پر علماء دیو بند و بریلی کے کفر کے فتوے اور جماعت اسلامی کے بانی کی توہین آمیز تحریرات پختہ ثبوتوں کے ساتھ تحریر کر چکے ہیں انہیں پڑھ کر ہر انصاف پسند سوچ سکتا ہے کہ بھلا ایسے پختہ ثبوتوں کے بعد جماعت اسلامی یا اس کے کارکنوں کو کیا حق ہے کہ وہ اشاعت اسلام کا ڈھونگ رچائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ دراصل اسلام کی اشاعت و تبلیغ اور مسلمانوں کے سدھار کا کام نہیں کرتے بلکہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگا کر معصوم مسلمانوں کو آپس میں لڑانے بھڑانے اور انہیں بیوقوف بنا کر حرام کے مال سے اپنی جیبیں گرم کرنے کا دھندہ کرتے ہیں۔ اگر یہ مسلمانوں کے ہمدرد ہوتے تو بجائے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف لڑانے کے ان کو تعلیم دینے اور ان کے غریبوں کا بھلا سوچنے کا کاروبار کرتے آج مسلمان غریب ہے مجموعی طور پر انپڑھ ہے طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہے۔ آج اس کے زخموں پر مرہم رکھنے کی ضرورت ہے لیکن نام نہاد ادارہ اشاعت اسلام اور اس جیسے دوسرے اداروں کا کام یہ رہ گیا ہے کہ مسلمانوں میں اختلافات کے دروازے کھولیں۔

شمس پور پنجاب میں تقسیم ملک کے بعد پچاس سالوں میں کسی کو مسجد کی تعمیر کی توفیق نہیں ملی لیکن جب گزشتہ سال جماعت احمدیہ نے وہاں نہایت خوبصورت مسجد کی تعمیر کی توفیق پائی تو ادارہ اشاعت اسلام نے شمس پور کے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کیلئے ایک الگ مسجد کی تعمیر کے لئے چند اینٹیں ایک مقام پر لا کر گرا دیں اور یہ واویلا شروع کر دیا کہ ہم اپنی الگ مسجد تعمیر کریں گے۔ پنجاب میں ایسے ہزاروں دیہات ہیں جہاں مساجد کا نام و نشان تک نہیں کاش یہ اپنی مسجد اس مقام پر تعمیر کر لیتے جہاں پر ابھی جماعت احمدیہ کو مساجد کی تعمیر کی توفیق نہیں ملی۔

دوسری طرف شمس پور کی اس احمدیہ مسجد کو ادارہ اشاعت اسلام مالیر کوٹلہ نے اپنی طرف منسوب کر کے گزشتہ سال الہٰ آباد میں منعقد ہونے والی جماعت اسلامی کی کانفرنس میں جھوٹی واہ واہ حاصل کی۔ یہ حرکتیں ثابت کرتی ہیں کہ جماعت اسلامی کے خمیر میں شروع سے ہی تخریب کاری اور دھوکے بازی کا خمیر ملا ہوا ہے۔

اب ہم قارئین پر ایک ایسی حقیقت سے پردہ اُٹھاتے ہیں جسے پڑھ کر اگر اُن میں غیرت اسلامی ہو گی تو وہ خون کے آنسو روئیں گے تقسیم ملک کے بعد پنجاب میں صرف دو ہی مقامات ایسے تھے جہاں مسلمان کسی قدر تعداد میں موجود تھے ایک تو مالیر کوٹلہ ہے جہاں مسلمانوں کی بھاری تعداد تھی اور دوسرے قادیان جہاں صرف تین صد تیرہ مسلمان یکجائی طور پر رہ گئے تھے ان دو مقامات کے علاوہ صورتِ حال یہ ہے کہ پورے پنجاب میں مسلمان مختلف دیہاتوں میں دو دو چار چار گھروں کی شکل میں نہایت پچھڑے ہوئے اور تعلیمی و اقتصادی اعتبار سے نہایت پسماندہ ہیں جن میں سے اکثر نے ڈر کر اپنا مذہب بھی تبدیل کر لیا ہے جنہوں نے اپنے رسم و رواج بدل لئے ہیں جو شادی بیاہ کے موقع پر غیر اسلامی رسمیں اپناتے ہیں جن کا اسلام میں دور دور تک کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ جن کے نام بدل چکے ہیں جن میں سے اکثر شراب کے عادی ہو چکے ہیں۔ باقی دیہاتوں میں تو خیر آٹے میں نمک کے برابر ہونے کی وجہ سے اگر مسلمانوں نے ایسی رسمیں اور بدعادتیں اپنا لیں تو کوئی حیرت کی بات نہیں۔ حیرت انگیز اور قابل افسوس بات یہ ہے کہ مالیر کوٹلہ جیسے شہر میں جہاں تقسیم ملک کے بعد مسجدیں بھی تھیں ملاں بھی تھے اور اشاعتِ اسلام جیسے ادارے بھی موجود تھے وہاں پر بھی مسلمان نہایت قابل رحم حالت میں ہیں اور غیر اسلامی رسموں میں بھی دن رات مصروف ہیں۔ پھر جب اپنے شہر کے مسلمانوں کا بھی آپ بھلا نہیں کر سکتے تو پنجاب ہماچل اور ہریانہ کے باقی مسلمانوں کا آپ کیا بھلا کر سکیں گے۔ اس پر طرّہ یہ ہے کہ معصوم مسلمانوں کے ان خود ساختہ لیڈروں نے بجائے ان کو اسلام سکھلانے کے ان کی مساجد اور قبرستان تک بیچ کر کھا لئے۔

اس کے مقابل پر قادیان میں نہ صرف آج بلکہ تقسیم ملک کے قہر آلود دنوں میں بھی اہل دنیا نے صحیح اسلامی تصویر دیکھی تھی بے شک یہاں پر نہایت قلیل تعداد میں مسلمان رہ گئے تھے جو مالیر کوٹلہ کے مقابل پر کہیں کم تھے لیکن سب اسلامی شعار اور اسلامی اصولوں کے پابند بن کر جئے یہاں کے مسلمانوں نے اپنے نام ایک دن بھی تبدیل نہیں کئے کبھی غیر اسلامی رسموں کا سہارا نہیں لیا بلکہ ان تین صد تیرہ جانبازوں نے پورے ہندوستان میں اسلامی پرچم کو نہایت جواں مردی سے اُٹھائے رکھا۔ آج قادیان کے یہی مخلصین پنجاب کے ان پسماندہ مسلمانوں کی تقدیر کو چمکانے کیلئے اٹھے ہیں جنہیں تم لوگوں نے بیچ کر کھا لیا ہے ان کے اسلامی نام رکھے جا رہے ہیں ان کو غیر اسلامی رسموں رواجوں سے چھٹکارا دلایا جا رہا ہے گھر گھر جا کر اسلامی تعلیم اور قرآن مجید کا درس سنایا جا رہا ہے اور اللہ کے فضل سے اب سینکڑوں کی تعداد میں مسلمان قادیان آکر صحیح اسلامی تعلیمات اور عقائد سے آگاہی حاصل کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اب تو آپ لوگوں کے مولانا صاحبان بھی جھوٹ سے بیزار ہو کر قادیان کی راحت بخش فضا میں سانس لے رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آج قادیان ہی دُنیا کی تقدیر کا مرکز ہے سچے مسیح موعود اور امام مہدی علیہ السلام کی آمد کے بعد اب خدا نے خدمتِ اسلام کی سعادت مسیح محمدی کے غلاموں کی قسمت میں لکھ دی ہے جماعت احمدیہ آج دُنیا کے 165 ملکوں میں اسلامی پرچم لہرا رہی ہے 55 سے زائد زبانوں میں قرآن مجید کے ترجمے کر چکی ہے 100 زبانوں میں قرآن مجید کی منتخبہ آیات اور منتخبہ احادیث شائع کر چکی ہے۔ ہزاروں مبلغین اسلام دن رات خدمت اسلام بجا لا رہے ہیں تعلیمی و طبی ادارے مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف ہیں۔ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے ذریعہ دن رات اسلام کی تعلیم کو گھر گھر نشر کیا جا رہا ہے اور وہ دن دور نہیں جب آنحضرت ﷺ کی شان و شوکت اور قرآن مجید کی عظمت کل عالم پر ظاہر ہو گی اور اسلام کا پرچم تمام دنیا میں لہرانے لگے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

مولوی عبد الرؤف صاحب کو شائد معلوم نہیں جماعت اسلامی کے اخبار "ترجمان القرآن" نے ایک مرتبہ جماعت احمدیہ کے متعلق لکھا تھا۔

"میں اکثر اوقات اس پر غور کرتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ (مرزا غلام احمد علیہ السلام ناقل) کو اپنے مشن میں اس قدر کامیابی حاصل ہوئی ہے مجھے مرزا صاحب کی کامیابیوں کا سلسلہ لامتناہی نظر آتا ہے اور جس وقت مرزا صاحب کے مخالفین کی نامرادیوں پر غور کرتا ہوں تو وہ بھی بے حد و حساب نظر آتی ہیں ایسا کیوں ہے؟ ایک شخص خدا اور اس کے رسول کے مقابلہ پر کھڑا ہوتا ہے نائبین رسول کو وہ چیلنج کرتا ہے کہ تم سب مل کر بھی میرے مشن کو فیل نہیں کر سکتے کیونکہ خدا کی تائید میرے شامل حال ہے تم جب بھی میرے مقابلہ پر آؤ گے ہر مرتبہ ذلیل و نامراد ہو گے اور یہی میرے نبی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا ہی ہوتا ہے مرزائیوں کی حفاظت کے سامان غیب سے پیدا ہو جاتے ہیں۔۔۔ دوسری طرف مرزائیوں کے مخالفین کی تباہی کے سامان بھی غیب سے ظہور میں آجاتے ہیں۔۔۔ ذرا سچے رسول کی ختم نبوت کی حفاظت کرنے والوں کی ناکامیاں اور تباہیاں سامنے لائیے کس قدر زور دار تحریک اُٹھی تھی اور کیسے ہمیشہ کیلئے ختم ہو کر رہ گئی۔

(ترجمان القرآن لاہور اگست 1934 صفحہ 58-57)

آخر پر ہم اپنے معصوم مسلمان بھائیوں سے بادب عرض کرتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے اس نام نہاد ادارہ اشاعت اسلام سے باخبر رہیں کیونکہ اس میں شامل ہونا بھی ہلاکت اور اس سے نکلنا بھی تباہی و ہلاکت ہی ہے کیونکہ جماعت اسلامی کے بانی ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے جماعت اسلامی کے دستور میں صاف لکھا ہے کہ جو شخص بھی جماعت اسلامی میں شامل ہو سوچ سمجھ کر شامل ہو اور اس غور و فکر کے بعد شامل ہو کہ اگر کہیں شامل ہو کر اس جماعت سے نکلا تو ایسے شخص کا انجام قتل ہو گا چنانچہ ادارہ اشاعت اسلام مالیر کوٹلہ کے بانی ابو الاعلیٰ مودودی جماعت اسلامی میں شامل ہونے والے لوگوں کو یوں خبردار کرتے ہیں۔

"ہم ایسے لوگوں کے لئے اپنی جماعت کے اندر آنے کا دروازہ بند کر دینا چاہتے ہیں جو تلون کے مرض میں مبتلا ہیں اور نظریات کی تبدیلی کا کھیل تفریح کے طور پر کھیلتے رہتے ہیں۔۔۔ لہٰذا یہ عین حکمت و دانش ہے کہ ہر اس شخص کو جو اس جماعت کے اندر آنا چاہے پہلے ہی مطلع کر دیا جائے کہ یہاں سے پلٹ کر جانے کی سزا موت ہے تاکہ وہ داخل ہونے سے پہلے سو مرتبہ سوچ لے کہ اُسے ایسی جماعت میں داخل ہونا چاہئے یا نہیں"

(مرتد کی سزا صفحہ 52-51)

پس ایسی جماعت میں شامل ہونے سے قبل جس میں شامل ہونا اور گردن کٹانا ایک برابر ہے مسلمان سو مرتبہ سوچ لیں اور پھر سوال یہ ہے کہ ایسی جماعت میں داخل بھی کیوں ہوا جائے جس کے اراکین تخریب کاری اور دھوکہ دہی میں اپنی مثال نہ رکھتے ہوں۔ جو دوسروں کی بوئی ہوئی کھیتی کو اپنی طرف منسوب کر کے فخر کرتے ہوں جو دوسروں کی مسجدیں اپنے نام سے منسوب کرتے ہوں پس جماعت اسلامی کے اراکین سے ہماری دردمندانہ اپیل ہے کہ اب بس کر دیں۔ مسلمان پہلے ہی بہت پیچھے رہ گئے ہیں ان کی پسماندگی کی انتہا ہو چکی ہے اب اگر ان کی تقدیر بدلنے کا وقت آگیا ہے تو ان پر روشنی اور صحت بخش ہوا کے دروازوں کو بند نہ کریں اگر آپ کوئی مثبت قدم نہیں اُٹھا سکتے تو کم از کم ان منفی سرگرمیوں کو ترک کر دیں یہی آپ کا ان معصوم مسلمانوں پر ایک بڑا احسان ہو گا!

(منیر احمد خادمؔ)

ارشاد نبویؐ

خَیرُ الزَّادِ التَّقوٰے

سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے

(منجانب)

رکن جماعت احمدیہ ممبئی

طالبان دُعا:-

آٹو ٹریڈرز

AUTO TRADERS

16 مینگو لین کلکتہ 700001

دکان-248-1652, 248-5222

رہائش-243-0794, 27-0471

خطبہ جمعہ

جب تک آپ کی روح سجدے نہیں کرے گی آپ کی دعائیں مقبول نہیں ہونگی

اپنے گھر کی زندگی کے لئے بکثرت دعائیں کریں تاکہ اللہ کے ذکر سے سارا گھر زندہ ہو جائے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۸؍ جنوری ۱۹۹۹ء بمطابق ۸؍ صلح ۱۳۷۸ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

﴿وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّی فَاِنِّی قَرِیْبٌ . اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِی وَلْیُؤْمِنُوْا بِی لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾۔ (البقرہ :۱۸۷)

آج رات سے رمضان مبارک کا آخری عشرہ شروع ہو رہا ہے اور اس عرصے میں اعتکاف بیٹھنے والے خالصتاً لِلّٰہ، اللہ کی محبت میں اعتکاف بیٹھتے ہیں اور خاص طور پر دعائیں کرتے ہیں۔ تو سب سے پہلے تو میں تمام جماعت کی طرف سے دنیا بھر میں اعتکاف بیٹھنے والے احمدیوں سے دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ ہم بھائیوں کو بھی جو باہر رہے ہیں اعتکاف سے مگر روح کے ساتھ شامل ہیں، ان کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور جماعت کے عمومی مسائل کو بھی پیش نظر رکھتے ہوئے دعائیں کریں۔ خدا کرے کہ یہ اعتکاف کی راتیں نہ صرف ان کا مقدر جگائیں بلکہ جماعت کا اور ساری دنیا کا مقدر جگا دیں۔ اس تمہید کے ساتھ میں اعتکاف سے متعلق بھی کچھ امور بیان کروں گا جن کو معتکفین کو ہر جگہ پیش نظر رکھنا چاہئے اور یہ امور سراسر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصائح کے حوالے سے بیان کروں گا۔ لہٰذا ان پر ظاہری طور پر بھی اور روح کے لحاظ سے بھی پوری طرح عمل ہونا چاہئے۔

اب یہ جو دن آرہے ہیں یہ خاص قبولیت کے دن ہیں، خاص دعاؤں کے دن ہیں اور رمضان مبارک کا معراج ہے۔ یہ جو آخری عشرہ ہے انہی دنوں میں سے ایک دن "لیلۃ القدر" کی رات بھی ہو گی۔ انہی دنوں میں راتوں کو اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خاطر جھکنے اور ان کی دعائیں قبول کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ پس یہ آیت کریمہ جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں خصوصیت کے ساتھ یہی مضمون بیان ہوا ہے۔ یہ اتنی عظیم الشان آیت ہے یعنی دعا کے مضمون پر اتنی جامع مانع کہ انسانی عقل حیرت زدہ ہو کر اس کو دیکھتی ہے۔ کوئی پہلو دعا کا باقی نہیں چھوڑا، کوئی پہلو قرب الٰہی کا نہیں رہنے دیا جس کا ذکر یہاں موجود نہ ہو۔ اور سب سے عظیم الشان بات اس آیت کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت کا ایسا ذکر اس میں موجود ہے کہ اگر انسان غور کرے تو اس کے بعد دنیا میں کسی دہریہ کے سامنے اسے جھکنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ اتنا ذاتی اور قطعی ثبوت ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اس سے۔ اور یہ سارے امور ایک ہی خطبے میں تو شاید بیان نہیں ہو سکتے۔ لیکن آج اس آیت کی تفسیر میں میں ابھی آپ کے سامنے کچھ باتیں کھولوں گا اور کچھ بہت سے اقتباسات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو اسی مضمون کے گرد گھوم رہے ہیں وہ میں آپ کے سامنے رکھنے کی کوشش کروں گا۔ اگر وقت نہ بچا تو انشاء اللہ اگلے خطبے میں بھی یہی مضمون جاری رہے گا۔

پہلی بات یہ ہے اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّی فَاِنِّی قَرِیْبٌ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مخاطب ہیں اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے جب تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں فَاِنِّی قَرِیْبٌ تو میں قریب ہوں۔ قریب کے بہت سے معانی بیان ہوئے ہیں لیکن ایک معنی جو میں سمجھتا ہوں بالکل برحق اور اس آیت کے سیاق و سباق کے عین مطابق اور ایک ذرہ بھی اس میں رائے کا دخل نہیں بلکہ یہ آیت اسی طرح کہہ رہی ہے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا قرب مراد ہے۔ آپ کے قرب کی وجہ سے خدا قریب ہے۔ پس وہ بندے جو محمد رسول اللہ ﷺ سے خدا کے متعلق سوال کرتے ہیں تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دیکھ نہیں رہے کہ ان میں خدا بولتا ہے۔ پس اس پہلو سے یہ عظیم الشان آیت ہے کہ وہ تجھ سے سوال کرتے ہیں خدا کہاں ہے۔ دکھا دے انکو تُو وہ ہے جس میں خدا ہے۔ تیرے اندر خدا بول رہا ہے۔ اور اس کے ثبوت کیا ہیں۔ وہ اس آیت میں آگے پھر پیش کئے جا رہے ہیں۔

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ پہلا ثبوت یہ ہے کہ تیری دعا کب رد ہوئی ہے۔ کوئی دعا ہے تیری جو رد کی گئی ہو۔ پس تُو ثبوت ہے خدا تعالیٰ کی ہستی کا اور اس بات کا کہ جو دعا تُو کرتا ہے اور جس رنگ میں تُو دعا کرتا ہے وہ دعائیں لازماً مقبول ہونگی۔ پس اس آیت سے جو یہ شبہ پڑتا ہے کہ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ہر کس و ناکس کی دعا مراد ہے۔ اور ہر کس و ناکس یہ کہہ سکتا ہے کہ میری دعا تو قبول نہیں ہوئی، میں نے تو بہت دعائیں کیں اس کا بہترین رد یہ ہے۔ الدَّاعِ سے مراد یہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں اور میرے نزدیک اول معنے یہی ہیں۔ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ اس داعی محمد رسول اللہ کی دعا میں سنتا ہوں جب بھی یہ مجھے پکارتا ہے۔ میں اس کے پاس رہتا ہوں اس کے بعد پھر اور شک کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے اور تمام دنیا کے لئے خدا تعالیٰ کی ہستی کا یہ ایک ایسا ثبوت ہے جس کا کوئی رد ہو ہی نہیں سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دعائیں تو قیامت تک کے لئے مقبول ہیں اور آپ کی دعاؤں ہی کا ثمرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام کو دن بدن نئی سے نئی کامیابیاں نصیب ہو رہی ہیں۔ ہر دور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی دعائیں اس بات کی گواہ ہیں کہ ایک خدا ہے اور وہ خدا سب سے زیادہ محمد رسول اللہ کا خدا ہے۔ اور جس نے دیکھنا ہو قریب سے خدا کو دیکھ لے محمدؐ میں اس کو خدا دکھائی دے گا۔ یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ذات میں ہم خدا کو جلوہ گر دیکھتے ہیں اور اس کی جلوہ گری کے لئے کسی اور ثبوت کی ضرورت نہیں مگر خود محمد رسول اللہ کا وجود، وہ وجود ثابت کر رہا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کی ذات میں جلوہ گر ہے۔ پس اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ میں الدَّاعِ محمد رسول اللہ کی دعا کو سنتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے، کبھی بھی اس کو مایوس نہیں کیا۔

فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِی۔ پس لوگوں کے لئے حکم ہے فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِی وہ بھی میری بات کا جواب دیں جیسے محمد رسول اللہ نے جواب دیا۔ میری دعوت پر لبیک کہیں جیسے محمد رسول اللہ نے لبیک کہا تو پھر میں ان سے بھی ایسا سلوک کروں گا۔ وَلْیُؤْمِنُوْا بِی۔ اب وَلْیُؤْمِنُوْا بِی کا مفہوم اس سیاق و سباق میں یہ بنتا ہے کہ ویسا ایمان لائیں جیسے محمد رسول اللہ ایمان لائے تھے۔ محض دور بیٹھے ایمان کے دعوے کر دینا تو بالکل ایک فضول سی بات ہے۔ ایمان وہ جو استجابت کے بعد کا ایمان ہے۔ قبول کرو اللہ کی باتیں پھر ایمان کی باتیں کرو۔ اللہ کی باتیں ہی قبول نہیں تو ایمان کی باتیں کیسے ہو گئیں اور جو اللہ کی باتیں قبول نہیں کرتا وہ قریب بھی نہیں ہے۔ اور جو اللہ کے قریب نہیں، اللہ اس کے قریب کیسے ہو سکتا ہے۔

پس یہ ایک حیرت انگیز طرز بیان ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ قریب کی دعا تو میں ضرور سنتا ہوں پھر میرے قریب تو رہو۔ تم دور بیٹھے ہو تو میں دور بھی ہوں اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے، صفات باری تعالیٰ میں یہ دونوں باتیں بیک وقت داخل ہیں کہ وہ سب سے قریب ہے اور سب سے دور ہے، اتنا دور کہ تصور بھی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ پس تم باتیں تو کرتے ہو قبولیت دعا کی اور مجھ سے دور رہتے ہو یعنی اللہ تعالیٰ گویا یہ فرما رہا ہے جب میری بات کا جواب نہیں دیتے تو معلوم ہوتا ہے تم بہت دور بیٹھے ہو، بہرے ہو گئے ہو، کچھ سمجھ نہیں آتی تمہیں میں کیا کہہ رہا ہوں اور جب مجھ سے مانگتے ہو تو سمجھتے ہو کہ میں تمہارے قریب آ جاؤں گا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ وہی سنت پیروی کے لائق ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے ایک لمحہ بھی دور نہیں ہوا اور یہی وجہ ہے کہ ہر لمحہ آپ کی دعائیں سنتا تھا۔

فرمایا لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ اگر ہدایت پانی ہے تو یہی طریق ہے۔ اب یہ رمضان کی جو خاص راتیں آ رہی ہیں ان میں اسی طریق پر عمل کرنا ہو گا۔ اگر عمل کریں گے اور اس طریق پر محنت کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ کا وعدہ ضرور پورا ہو گا۔ پھر سب کو ہدایت نصیب ہو جائے گی۔ یہ کیسے ہدایت نصیب ہو گی، یہ وعدہ کیسے پورا ہو گا اس ضمن میں کچھ باتیں ابھی آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ لیکن جیسا کہ میں نے وعدہ کیا تھا سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی وہ حدیثیں پیش کرتا ہوں جو اس آخری عشرہ سے تعلق رکھنے والی حدیثیں ہیں ان میں ان باتوں کا جواب آ گیا ہے۔ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ میں کیا کیا باتیں مراد ہیں، کیسے تم ہدایت پا سکتے ہو، ان دس راتوں سے کیسے استفادہ کر سکتے ہو یہ سب طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت سے اور آپ کے فرمودات سے بالکل ظاہر و باہر ہیں۔

مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۷۵ مطبوعہ بیروت میں یہ روایت ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا عمل کے لحاظ سے ان دس دنوں یعنی آخری عشرہ سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے نزدیک عظمت والے اور محبوب اور کوئی دن نہیں ہیں۔ یعنی وہ راتیں آرہی ہیں، وہ دن آرہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارے ہیں اور اللہ کے نزدیک یہ دن عظیم ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جانتا ہے کہ ان دنوں میں اللہ تعالیٰ دوسروں کو عظمت عطا کرتا ہے ورنہ اللہ کے حضور کوئی دن عظیم کیسے ہو سکتا ہے۔ عظیم اس نسبت سے ہیں کہ وہ عظیم بنانے والے دن ہیں۔ پس ربّ عظیم سے تعلق بڑھے گا تو بندہ بھی ساتھ ساتھ عظیم بنتا چلا جائے گا۔

پس ان ایام میں نصیحت کیا فرمائی، تہلیل کی۔ پہلی نصیحت یہ ہے کہ ان ایام میں تہلیل پھر دوسری نصیحت تکبیر اور تیسری نصیحت تحمید میں کثرت اختیار کرو۔ حدیث میں تو اختصار سے تہلیل، تحمید اور تکبیر کا ہی ذکر ہے لیکن اس کا معنیٰ یہ ہے کہ تہلیل کہتے ہیں لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کا کثرت سے ذکر کرو۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه کا ورد زبان پہ رہنا چاہئے اور ایسا ورد جس کی ضرب کے ساتھ دل دھڑکیں اور انسان محسوس کرے کہ واقعی اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور جب یہ سچے دل سے محسوس کرے گا تو تکبیر از خود اس سے پیدا ہوتی ہے اَللّٰهُ اَكْبَر، اَللّٰهُ اَكْبَر سب سے بڑا اللہ ہے۔ ایک ہی ہے اور سب سے بڑا ہے۔

ان دو باتوں میں تضاد بھی تو ایک دکھائی دے رہا ہے بظاہر۔ جب ایک ہی ہے تو سب سے بڑا کیا مطلب۔ مطلب ہے وہی ہے، تمام کبر اسی کا ہے باقی چیزیں تو کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتیں۔ یونہی نظر کے دھوکے ہیں جو دنیا میں دکھائی دے رہے ہیں۔ ایک اللہ ہی کی شانِ کبریائی ہے جو ہر چیز میں جھلکے تو پھر توحید کا صحیح علم ہو سکتا ہے اگر نہ جھلکے تو یہ سب نظر کے دھوکے ہیں، کچھ بھی نہیں۔ تو اَكْبَر خدا ہے جس کی ساری کائنات ملکیت ہے اور تہلیل کے ذریعے اس کا کبر تم پر روشن ہوگا، کن معنوں میں وہ اَكْبَر ہے۔ کن معنوں میں وہ سب سے بڑا ہے۔ اور جو اس کے بندے بن جائیں جو سب سے بڑا ہے لازماً دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو وہ کبریائی نصیب ہوگی جو خدا کے غلاموں کو ہی نصیب ہوا کرتی ہے، جو کبریائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو سب سے زیادہ نصیب ہوئی۔

اور تحمید اَلْحَمْدُلِلّٰه۔ یہ دو باتیں ہوں تو دل سے بے اختیار شکر اٹھتا ہے، جب انسان خدا تعالیٰ کی وحدت کا اعتراف کرے اور دل کی گہرائی سے وحدت کا اقرار کرے اور اس کے نتیجے میں اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے کبریائی نصیب ہو جو صرف غلاموں کو ملتی ہے تو بے اختیار دل سے اَلْحَمْدُلِلّٰه نکلتا ہے۔ یہاں "سب تعریف اللہ کے لئے ہے" دو پہلوؤں سے ہے۔ ایک یہ کہ اپنے نفس کی طرف توجہ نہ جائے، یہ خیال نہ ہو کہ اچھا میں بھی بڑا ہو گیا ہوں۔ فوری طور پر اس کا ازالہ اَلْحَمْدُ سے ہوگا کہ نہیں، نہیں تعریفیں تو اللہ ہی کی ہیں، اسی سے ہمیں خیرات ملی ہے، ہمارا تو کچھ بھی نہیں ہے۔ دوسرے اَلْحَمْدُ لِلّٰه ایک جذبۂ شکر کے اظہار کا کلمہ بن گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے سے اب تک یہی نیک سنت چلی آرہی ہے کہ جب کوئی اچھی خبر ملے تو بے اختیار منہ سے اَلْحَمْدُلِلّٰه نکلتا ہے۔ تو ان دونوں معنوں میں اَلْحَمْدُلِلّٰه کا وِرد ان دنوں میں بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔

ایک دوسری حدیث صحیح مسلم کتاب الاعتکاف سے لی گئی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں بہت زیادہ مجاہدہ فرماتے تھے، اتنا کہ ان دنوں کے علاوہ دوسرے دنوں میں ایسا مجاہدہ نہیں فرمایا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان)۔ تو اس لئے ساری دنیا کے احمدیوں کے لئے خاص نصیحت ہے کہ اگر غفلتیں پہلے ہو چکی ہیں تو ان کو چھوڑ دیں۔ اور اب ان دنوں کے مجاہدے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرلیں۔

مسلم کتاب الذکر میں ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ سفر پر تھے کہ لوگ زور زور سے نعرۂ تکبیر لگانے لگے۔ اب یہاں نعرۂ تکبیر کا ذکر چلا ہے تو اس تعلق میں یہ حدیث پیش نظر رہنی چاہئے۔ زور زور سے نعرۂ تکبیر لگانے لگے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا (ﷺ) 'اے لوگو! میانہ روی اختیار کرو، نہ تو تم کسی بہرے کو بلا رہے ہو اور نہ کسی ایسے کو جو موجود نہ ہو۔ تم پکار رہے ہو اس کو جو سمیع ہے، اس کو جو قریب ہے'۔ (صحیح مسلم کتاب الذکر باب استحباب خفض الصوت بالذکر)۔ اب اس نصیحت سے ہمیں قرب کے معنے بھی نصیب ہو گئے اور یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ، آپؐ کے صحابہ کے بھی قریب تھا۔ بہت بڑی خوش خبری ہے یہ صحابہ کے لئے۔

فرمایا تم اس کو پکار رہے ہو جو تمہارے قریب ہے۔ محمدؐ رسول اللہ بھی قریب تھے جن میں خدا تھا اور محمدؐ رسول اللہ کی وساطت سے، آپؐ کے طفیل سارے صحابہ بھی خدا کے قریب تھے اور ان میں بھی خدا جلوہ گر تھا۔ تو جب خدا تمہارے اندر ہے اور دُور نہیں اور بہرہ نہیں ہے کہ قریب بیٹھے بھی زور سے کہنا پڑے کہ اچھا یہ بات ہماری سن لے وہ تو دلوں کا حال جانتا ہے۔ فرمایا سمیع ہے اور قریب ہے ہر بات کو سنتا ہے خواہ وہ اونچی کہی جائے یا ہلکی، خفیف کی جائے اور وہ دور نہیں ہے اس لئے تم اسے پکارتے وقت دل کی گہرائی سے پکارو مگر اونچی آواز سے پکارنا ضروری نہیں ہے۔ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ نے اونچی آواز سے بھی تکبیر بلند کی ہے مگر خدا کو سنانے کے لئے نہیں، لوگوں کو سنانے کے لئے جن پر تکبیر کا رعب جاری کرنا ضروری تھا۔ پس ایسے مواقع پر تکبیر بلند کی جاتی ہے ان کو سنانے کے لئے جو خدا کے ذکر سے بہرے ہوں تاکہ تکبیر کی اتنی بلند چوٹ ان کے دل پر پڑے کہ شاید دل جاگ جائیں، شاید اس کھٹکھٹانے سے اللہ کا ذکر ان کے دلوں میں داخل ہو سکے۔

بخاری کتاب الصوم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک یہ حدیث ہے۔ جب رمضان آخری دس دنوں میں داخل ہوتا یا جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو آنحضرت ﷺ اپنی کمر ہمت کس لیتے تھے اور اپنی راتوں کو زندہ فرماتے اور اپنے اہل وعیال کو بھی عبادت کے لئے جگاتے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب الصوم، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان)۔ اہل وعیال کو عبادت کے لئے جگانا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا عام دستور تھا اور آپ کی راتیں زندہ ہی رہا کرتی تھیں اس پر مزید کوشش اور مزید توجہ اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے۔ پس وہ لوگ جو پہلے بھی تہجد گزار ہیں ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان دس دنوں کے تہجد میں کوئی نئی بات آنی چاہئے جو پہلے تہجد ادا کیا کرتے تھے ان میں نہیں تھی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے تہجد میں تو سب چیزیں تھیں اس کے باوجود آپ ان دس راتوں میں خاص محنت فرمایا کرتے تھے اور اس کی وجہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ اِنِّي قَرِيْبٌ۔

قریب ہوتے ہوئے پھر اور بھی قریب ہونے کا وعدہ، اس کا کیا مطلب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا قرب لامتناہی ہے۔ یہ وہم دل سے نکال دینا چاہئے کہ ہم قریب ہو گئے اور بس کافی ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بھی اللہ کے ایسے قریب نہیں ہوئے کہ اس سے آگے قرب ممکن نہیں تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بھی جامد اور خدا بھی جامد ہو جاتا حالانکہ محمدؐ رسول اللہ پر جو خدا جلوہ گر ہوا وہ جامد نہیں ہے، ایک جگہ ٹھہرا ہوا نہیں ہے، وہ قرب میں بھی بڑھتا ہے۔ جب انسان سوچتا ہے کہ اس سے زیادہ قرب ممکن نہیں پھر اور قرب کے نظارے دیکھتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس قرب میں ہمیشہ بڑھتے رہے ہیں، کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ایک مقام پر، قرب الٰہی کے مقام پر آکر آپؐ ٹھہر گئے تھے۔ پس اس لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو مزید قرب کے وعدے دئے اور باقی جتنے تہجد گزار، خدا کی راہیں تلاش کرنے والے ہیں ان کے لئے اس میں بڑی نصیحت ہے وہ اور قرب ڈھونڈیں۔

کسی ایک قرب کے تصور پر ٹھہر جانا کافی نہیں ہے۔ یہ مادی معشوقوں کا کام ہے کہ ان کے قریب ہوتے ہوتے ایک جگہ جاکر آپ ٹھہر جایا کرتے ہیں۔ اور جہاں ٹھہرے وہیں سے عشق مرنا شروع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا عشق دائمی ہے اور اس کے قرب میں کوئی مقام نہیں ہے جہاں ٹھہر جائیں اور خدا کا عشق مرنا شروع ہو جائے۔ پس یہ سارے مضامین آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس سنت میں شامل ہیں کہ آپ کمر ہمت کس لیا کرتے تھے جیسے کوئی مشقت کے کام کے لئے اپنے ازار بند کو زور سے کس لیا کرتا ہے۔ اس کو عربی محاورے میں کہتے ہیں کمر ہمت کسنا۔ پس آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بھی کمر ہمت کس لیا کرتے تھے۔

جہاں تک آپؐ کے اعتکاف بیٹھنے کا تعلق ہے اس کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہماری رہنمائی کر رہی ہے، مسند احمد بن حنبل سے لی گئی ہے، کہ رمضان کے آخری عشرے میں آپ نے اعتکاف کیا۔ آپ کے لئے کھجور کی خشک شاخوں کا حجرہ بنایا گیا۔ یاد رکھیں کہ اس زمانے میں مسجد نبوی میں اتنی بڑی گنجائش تھی کہ آج کل کی مسجدوں میں آپ سوچ بھی نہیں سکتے، بہت وسیع ہے مسجد نبوی۔ اس میں جگہ جگہ الگ الگ خیمے نصب ہوا کرتے تھے، الگ الگ حجرے بنائے جاتے تھے اور بالعموم ایک کی آواز دوسرے کی خلوت میں مخل نہیں ہوا کرتی تھی، یہ دستور تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن آپؐ نے باہر جھانکتے ہوئے فرمایا۔ اسے اب تمام معتکفین غور سے سن لیں آپؐ نے کیا فرمایا۔ نمازی اپنے رب سے راز و نیاز میں مگن ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو سنانے کے لئے قرأت بالجہر نہ کرو، حدیث کے الفاظ ہیں "لاَ يَجْهَر بَعْضُكُم عَلٰى بَعْضٍ بِالقِرَاءَةِ" یعنی اس کے دونوں معانی بن سکتے ہیں۔ اپنی قراءت سے کسی دوسرے قاری کی قراءت میں مخل نہ ہو۔ اور ایک ترجمہ جو عام چلا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ کسی کو سنانے کے لئے۔ تو یہ جو عام طور پر اعتکاف کا دستور ہے اس میں ہم نے کبھی نہیں سنا کہ کوئی ایک حجرے میں بیٹھا ہوا کسی دوسرے کو سنانے کے لئے قرآن پڑھتا ہے۔ یہ کوئی قرآن کلاس تو نہیں لگی ہوئی مگر دوسرا پہلو درست ہے کہ اگر اونچی آواز سے تلاوت کرے گا تو وہ دوسرے کی تلاوت میں مخل ہوگا اور یہ خدا سے راز و نیاز کی راتیں ہیں ان میں کسی کو یہ حق نہیں کہ چاہے قرآن کی تلاوت ہی کے ذریعے مگر کسی کے جو راز و نیاز کے لمحے ہیں ان میں وہ مخل ہو جائے۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو اپنے خیمے سے نکل کر یہ بات فرمائی تو دو باتیں قطعی ہیں۔ ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی قراءت کی آواز دوسرے خیموں کو نہیں پہنچتی تھی اگر پہنچتی تو آپ یہ نصیحت فرما ہی نہیں سکتے تھے۔ تو قرآن کی قراءت سے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو محبت ہو سکتی ہے۔ آپ کی قراءت کی آواز تو خیمے کے دائرے میں ہی رہے اور کسی دوسرے خیمے میں دخل نہ دے لیکن دوسروں کی آوازیں دخل دیں یہ تب ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے خیمے تک بھی وہ آواز پہنچتی ہو۔ پس آپ نے سنا اور ناپسند فرمایا اور باقیوں کے لئے بھی اس حوالے سے ایک حفاظت کا سامان فرما دیا کہ ہر ایک کا یہ حق ہے کہ اللہ کے راز و نیاز کے معاملہ میں وہ الگ اور مخفی رہے اور کوئی دوسرا اس کی عبادت میں مُخل نہ ہو۔

اب یہ بات ہمارے معتکفین کو پیش نظر رکھنی چاہئے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی عبادت کے

وقت، گریہ وزاری کے وقت یا تلاوت کے وقت یہ باتیں بھول جاتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ہمیشہ شکایت پیدا ہوتی رہتی ہے۔

اب ایک حدیث ہے ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ سے لی گئی ہے اور حضرت فَضَالہؓ بن عُبَید سے یہ روایت ہے۔ حضرت فَضَالہؓ بن عُبَید روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو اپنی نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا۔ اس نے نہ تو اللہ کی حمد و ثنا کی اور نہ ہی نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا۔ پس وہ جو اپنی دعاؤں کو مقبول بنانا چاہتے ہیں اس نصیحت کو غور سے سن لیں کہ رمضان کی دعائیں مقبول تو ہونگی لیکن پہلے تسبیح و تحمید اور درود پڑھنا بہت ضروری ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا اس نے جلد بازی سے کام لیا ہے یعنی فوراً اپنے مطلب کی بات پہ آ گیا اور یہ بھول گیا کہ جس رستے سے وہ مطلب کی بات کہنی چاہئے تھی جس کے نتیجے میں وہ بامراد ہوتا وہ رستہ اختیار کرنا بھول گیا تو شارٹ کٹ (Short Cut) کر کے جس جگہ پہنچنا چاہتا تھا وہاں پہنچنے کی کوشش کی اور شارٹ کٹ والے بعض دفعہ پھسل کے نیچے ہی جا پڑتے ہیں اصل مقصد کو حاصل ہی نہیں کر سکتے تو ہر چیز کا ایک طریق مقرر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اگر اپنی دعاؤں کو مقبول بنانا چاہتے ہو تو یہ طریق اختیار کرو۔ کیا طریق؟۔ آپؐ نے اسے بلایا اور اسے یا اس کے علاوہ کسی اور سے فرمایا۔ یہ راوی کہتا ہے کہ مجھے اب یاد نہیں اسے بلایا، مخاطب ہی اسی کو کیا تھا یا کسی اور کو کیا اور وہ سن رہا تھا۔ 'جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو اپنے رب کی حمد و ثنا سے شروع کرے۔ کبھی بھی اس کے بغیر دعا نہ مانگے۔ پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے۔ پھر نبی ﷺ پر درود بھیجے'۔ یہاں نبی کریم کا لفظ تو میں نے داخل کیا ہے اپنی طرف سے عزت کی خاطر۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے ثُمَّ یُصَلِّی عَلَی النَّبِیِّ فرمایا اور ساتھ ﷺ بھی فرمایا۔ یہاں اپنی ذات کو جدا کر کے ہمیں سکھانے کی خاطر ﷺ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں کیونکہ اصل روایت میں بعینہ اسی طرح درج ہیں۔ یہ کہنے کے بعد ثُمَّ یَدْعُوْ بَعْدُ مَا شَآءَ یہ جب کرے گا پھر جو دعا چاہے کرے'۔ "جو دعا کیجئے قبول ہے آج" والی بات ہوگی پھر، اس وقت جو دعائیں ہیں وہ پھر مقبول دعائیں ہونگی۔ (سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الدعا)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے قبولیت دعا کے تعلق میں ایک خاص موقع کا ذکر فرمایا کہ ایسے موقع پر دعا زیادہ قبول ہوتی ہے وہ کون سا موقع ہے؟۔ سجدے کی حالت۔ مسلم کتاب الصلوٰۃ میں یہ حدیث ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انسان اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب سجدے میں ہو اس لئے بہت دعا کیا کرو۔

(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب مایقول فی الرکوع والسجود)

اب اس حدیث کا بعض دوسری احادیث سے بظاہر ایک تضاد دکھائی دے رہا ہے اور وہ احادیث وہ ہیں جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسری امہات المومنین اور صحابہ کی روایات میں درج ہے کہ بعض دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم تقریباً ساری رات خدا کے حضور کھڑے گزار دیتے تھے یہاں تک کہ پاؤں سوج جایا کرتے تھے۔ اب سجدہ کی حالت اور کھڑے ہونے کی حالت کا یہ فرق کیا ہے؟۔ یہ میں سمجھانا چاہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ سجدے ہی کی حالت میں ہوتے تھے۔ اصل سجدہ روح کا سجدہ ہے۔ ظاہری سجدہ بھی ایک قرب کا نشان بن جاتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے سجدوں کے لمبے ہونے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ لیکن اکثر روایتوں میں رات کے لمبے قیام کا ذکر ضرور ملتا ہے۔

پس یہ خیال کر لینا کہ سجدہ ایک الگ حالت تھی اور قیام ایک الگ حالت تھی اس لئے درست نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی روح کبھی بھی سجدے سے الگ نہیں ہوئی۔ پس آپ کی روح سجدہ ریز رہتی تھی خواہ جسم کھڑا ہی ہو اور آپ فرما رہے ہیں کہ سجدے کی حالت میں اللہ قریب تر ہوتا ہے۔ پس اللہ آپؐ کے قریب تر تھا۔ آپؐ بھی خواہ کھڑے ہو کر نمازیں پڑھیں خواہ بیٹھ کر خواہ سجدہ جو ظاہری سجدہ ہے سجدہ کرتے ہوئے یہ بات یاد رکھیں کہ **جب تک آپ کی روح سجدے نہیں کرے گی آپ کی دعائیں مقبول نہیں ہونگی**۔ جب تک روح سجدے نہیں کرے گی اللہ کے قرب کے نظارے نہیں دیکھ سکتے۔

ایک اور طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے قبولیت دعا کا بیان فرمایا وہ آج کل کے دنوں سے پہلے آج کل کے دنوں کی تیاری سے تعلق رکھتا ہے۔ آج کل ہم چاہتے ہیں ہماری دعائیں قبول ہوں اور اسی طرح مصیبت کے وقت ہم چاہتے ہیں ہماری دعائیں قبول ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب فراخی کے دن ہوں، جب تمہیں ضرورت نہ ہو پھر اللہ کے پاس جاؤ اور مناجات کرو تو یہ ہو نہیں سکتا کہ تمہیں ضرورت ہو اور اللہ تمہیں بھول جائے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے یہ دن خاص قبولیت کے دن اور قرب کے دن اس لئے تھے کہ عام دن بھی تو ایسے ہی تھے کبھی بھی آپ کے اوپر کوئی ایسی فراغت کا دن نہیں آیا جب کہ اللہ کی یاد سے مستغنی ہوئے ہوں۔ اور ضرورت پڑنے سے پہلے ہی ضرورتوں کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے۔ اور یہ سنت ایسی عظیم الشان ہے کہ امت محمدیہ کے لئے قیامت تک کے لئے جتنی ضروریات پڑنی تھیں ان کے تصور سے ہی رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق دعائیں مانگ لیں۔

تو وہ خدا آپ کی دعاؤں کو کیسے رد کرے گا جبکہ ابھی ضرورت پڑی ہی نہیں اور ان کے لئے دعائیں شروع کر رکھی ہیں تو جب بھی ضرورت پڑے گی اللہ کو یہ شخص قریب پائے گا۔ یعنی قریب تو رسول اللہ ﷺ کے ہوتا ہے مگر ہم اسے قریب دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ یعنی عجیب مضمون ہے کہ چودہ سو سال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کی دعا اس طرح قبول ہو رہی ہے کہ ہم خدا کو قریب دیکھ رہے ہیں مگر قریب محمدؐ رسول اللہ کے ہوتا ہے، ﷺ۔ اور اسی قرب کے نظارے ہم دیکھتے ہیں۔

پس فراخی اور آرام کے وقت آپ بھی یہی طریق سیکھیں۔ وہ دعائیں کیا کریں جو دو پہلو رکھیں۔ ایک یہ کہ فراخی اور آرام ہو اور آپ کو حاجت نہ ہو اللہ سے، پھر بھی اللہ کی حاجت ہو۔ یہ مضمون جو ہے نا اللہ کی حاجت کا یہ اس آیت کریمہ میں مندرج ہے جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں 'جب مجھے پکاریں' حاجت روائی کا ذکر وہاں نہیں ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ مجھے کسی حاجت روائی کی خاطر پکاریں۔ یہ فرمایا مجھے تلاش کرتے پھریں، مجھے پکار رہے ہوں، میں مقصود ہوں اگر یہ ہو تو یہ عام دنوں میں جبکہ خدا کی ضرورت نہیں ہے اس وقت بھی تو خدا کی تلاش ہونی چاہئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے یہ مضامین ہیں جن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بات فرمائی کہ آسانی اور فراخی کے دنوں میں، کشادگی کے دنوں میں جب تمہیں ضرورت کی خاطر خدا نہ یاد آئے، خدا کی خاطر یاد آئے اس وقت پکارو تو تمہاری ہر مشکل میں وہ تمہارے ساتھ رہے گا۔

پھر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث ہے بخاری کتاب الدعوات سے لی گئی ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس کی مثال جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور اس کی جو اس کا ذکر نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی مثال کی طرح ہے۔ (بخاری کتاب الدعوات باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ)۔ پس چاہئے کہ تم زندہ ہو اور ذکر الٰہی سے تمہاری زندگی وابستہ ہو۔ ویسے دنیا میں چلتے پھرتے ہو، کھاتے پیتے ہو، کھاؤ پیو گے جو عیش عارضی مقدر ہے وہ ملے گا یا جو دکھ تمہارے قسمت میں ہیں وہ ملیں گے اور مر جاؤ گے مگر وہ شخص جو اللہ سے زندگی پاتا ہے جو اللہ کے ذکر سے زندہ ہے وہ مرتا نہیں ہے۔ یہ مضمون ہے جو دراصل اس میں بیان ہوا ہے ورنہ تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس نے اللہ کا ذکر کیا وہ بھی مر گیا اور جس نے نہیں کیا وہ بھی مر گیا۔ جس نے اللہ کا ذکر کیا وہ کبھی نہیں مرتا کیونکہ اللہ کبھی نہیں مرتا اور اللہ کے ذکر سے وہ شخص ہمیشہ کی زندگی پا جاتا ہے جو اس دنیا کی زندگی سے بھی تعلق رکھتی ہے اور آخرت میں بھی سچی زندگی سے تعلق رکھتی ہے۔

صحیح مسلم میں اسی مضمون کی روایت یوں ہے۔ آپؐ نے فرمایا **اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے اور جس گھر میں اس کا ذکر نہیں کیا جاتا زندہ اور مردہ کی مثال کی طرح ہے**۔ (مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ و جواز ھا فی المسجد) اس سے ہمیں اس طرح توجہ پیدا ہو جاتی ہے کہ اگر ایک گھر میں رہتے ہوئے کچھ مردے بھی ہوں جو ذکر الٰہی نہیں کرتے تو وہ جو ذکر الٰہی کرتے ہیں ان کا فیض ان کو پہنچ سکتا ہے۔ پھر اللہ اس گھر کو زندہ کر دے گا تو اس میں دوسرے بھی ہونگے وہ بھی کچھ فیض اس کا پا سکتے ہیں۔ تو **خاص طور پر ایسے لوگ جن کی اولاد میں، جن کے بچوں میں، جن کے عزیزوں میں اللہ کے ذکر سے غافل لوگ ہیں وہ اس خیال سے اس حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے گھر کی زندگی کے لئے بکثرت دعائیں کریں تا کہ اللہ کے ذکر سے سارا گھر زندہ ہو جائے** صرف ان کی اپنی زندگی پر ہی اکتفاء نہ ہو۔

ایک حدیث ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور یہ وہ حدیث ہے جس کے تعلق میں میں پہلے ہی ساری جماعت کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کر چکا ہوں۔ ان دنوں میں خاص طور پر دعا ہونی چاہئے اور اس دعا کی جو خاص اہمیت ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے اس فعل سے ثابت ہوتی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عمرہ کے لئے میں نے آنحضرت ﷺ سے اجازت چاہی۔ آپؐ نے اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا۔ میرے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا۔ کتنا عظیم الشان وجود ہے وہ جو سب دنیا کے لئے دعائیں کرتا رہا، پہلوں کے لئے اور آخرین کے لئے بھی اور قیامت تک اس کی دعائیں ہمارا سرمایہ ہیں عجز کا مقام دیکھیں، انکساری کا

شریف جیولرز
پروپرائیٹر حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔
دوکان: 0092-4524-212515
رہائش: 0092-4524-212300
روایتی زیورات جدید فیشن کے ساتھ

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز
الرحیم جیولرز
پروپرائٹر۔ سید شوکت علی اینڈ سنز
پتہ۔ خورشید کلاتھ مارکیٹ۔ حیدری نارتھ ناظم آباد۔ کراچی۔ فون: 629443

مقام دیکھیں۔ حضرت عمرؓ سے فرماتے ہیں، میرے بھائی! اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا۔ حضرت عمرؓ اس عظیم الشان کلام کی معرفت کو سمجھتے تھے اور جب آپ کو مخاطب کر کے آپ نے یہ کہا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور کی بات سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر اس کے بدلے مجھے ساری دنیا مل جاتی تو میں اتنا خوش نہ ہوتا۔(ترمذی کتاب الدعوات) ۔دعا کے لئے کہنے سے کیوں خوشی ہوئی اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو اپنے لئے دعا کا یہ جو پروانہ دیا ہے اس سے آپ کو قبولیت دعا کی خوشخبری بھی تو مل گئی۔ اگر آنحضرت ﷺ کو عمرؓ کی دعاؤں کی مقبولیت کا خیال نہ ہوتا اور جس خلوص نیت سے آپؓ جا رہے تھے عمرے کے لئے تو کبھی آپ عمرؓ کو اپنے لئے دعا کے لئے اس وقت نہ کہتے۔ حضرت عمرؓ کا عرفان بھی دیکھیں کہ جیسے رسول اللہ ﷺ کو خدا کا عرفان تھا خدا کے اس بندے کا کچھ عرفان عمرؓ کو بھی تھا اور یہی وجہ ہے کہ خوش ہوئے۔ ورنہ ہر شخص کہے کہ جی مجھے دعا کے لئے کہا ہے میں بہت خوش ہو گیا ہوں اس میں اس کی بڑائی نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ خوش ہو رہا ہے یعنی حضرت عمرؓ کے اندر کوئی بڑائی کا خیال نہیں تھا جس کی وجہ سے خوش ہو رہے ہیں کہ دیکھو جی رسول اللہ مجھے دعا کے لئے کہتے ہیں میں کتنا بڑا ہوں۔ خوش اس لئے ہو رہے ہیں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ جانتے تھے کہ محمدؐ رسول اللہ کا دعا کے لئے کہنا ایک خوشخبری ہے کہ میری دعائیں قبول ہو جائیں گی اس کے مقابل پر ساری دنیا مل جاتی تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔

اب لیلۃ القدر بھی شاید انہی راتوں میں آئے گی اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس کو نصیب ہو گی، کس کو نہیں ہو گی مگر جس کو بھی نصیب ہو یا کم سے کم یہ خیال ہو کہ یہ لیلۃ القدر مجھے نصیب ہو جائے گی اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اس دعا کو کبھی نہیں بھولنا چاہئے جو لیلۃ القدر کی دعاؤں کی جان ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو اس میں کیا دعا مانگوں۔ پتہ لگ جائے، احساس پیدا ہو جائے اور یہ ایک ایسا احساس ہے جو بعض دفعہ دل پر اتنی قوت سے قبضہ کر لیتا ہے کہ صرف وہی جانتا ہے جس کے دل پر گزر رہی ہو کہ مجھے لیلۃ القدر نصیب ہو گئی۔ فرمایا اس وقت یہ دعا کرنا۔ الفاظ یہ ہیں اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی۔(جامع ترمذی کتاب الدعوات)۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی، اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی۔

اے میرے خدا تو بہت بخشنے والا ہے، بہت ہی درگزر فرمانے والا ہے۔ تُحِبُّ الْعَفْوَ اور درگزر ہی کو پسند فرماتا ہے فَاعْفُ عَنِّی پس مجھ سے درگزر فرما۔ یہاں جو ترجمہ کرنے والوں نے ترجمہ کیا ہے اسمیں 'بخش دے' کے لفظ لکھے گئے ہیں حالانکہ عَفُوٌّ کا مطلب یہاں بخشنا نہیں ہے، بخشش سے پہلے کا مقام ہے اور اگر یہ نصیب ہو جائے تو پھر انسان بخشا ہی گیا۔ عَفُوٌّ کا مطلب ہے تو ہماری، تمام مخلوقات کی کمزوریوں سے صرفِ نظر کرنے والا ہے اور اپنے بندوں کی کمزوریوں سے بھی صرفِ نظر فرماتا ہے اور جب انسان صرفِ نظر کرے کمزوری سے تو گویا وہ کمزوری ہے ہی نہیں۔ تو بخشش سے پہلے کا مقام ہے عفو کا۔ اگر عفو نصیب ہو جائے تو بخشش گویا ویسے ہی نصیب ہو گئی، عفو کی برکت سے ہی نصیب ہو گئی۔

تو یہاں رسول اللہ ﷺ نے فَاغْفِرْلِی کی دعا نہیں سکھائی۔ کوئی نادان یہ کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بخشش کی دعا کا ہی نہیں کہا اور ترجمہ کرنے والوں نے اپنی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی دعا کو کامل بنانے کے لئے ساتھ بخشش کا بھی لفظ لکھ دیا ہے حالانکہ بغیر بخشش کے اظہار کے عَفُوٌّ اپنی ذات میں کامل ہے اور اوّلیت رکھتا ہے۔ اگر اللہ ساری عمر اپنے بندے سے عفو کا سلوک کرے اور اس کے گناہوں سے صرفِ نظر کرتا رہے تو اس کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ دو نتیجے نکل سکتے ہیں ایک اچھا اور ایک برا۔ اچھا نتیجہ تو یہ ہے کہ عفو کے نتیجے میں انسان کے دل میں اس کی عظمت اور محبت بڑھتی چلی جائے اور دن بدن کوشش کرے کہ کوئی موقع نہ آئے کہ وہ میرے گناہوں کی وجہ سے مجھ سے نظر پھیر رہا ہو۔ یہ وہ نتیجہ ہے جس کی طرف رسول اللہ ﷺ متوجہ فرما رہے ہیں اور لیلۃ القدر کی دعا میں اس سے بڑھ کر دعا اور کیا ہو سکتی ہے۔

دوسرا نتیجہ ہوتا ہے گناہ پر دلیری۔ آپ گھر میں جانتے ہیں بچوں کو ان کی غلطیوں پر کبھی بھی نہ پکڑیں، ہمیشہ ہی صرفِ نظر سے کام لیں تو گناہوں پر بہت دلیر ہو جائیں گے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم لیلۃ القدر کی رات کو گناہوں کی دلیری کی دعا تو نہیں بتا رہے تھے اس لئے وہ مفہوم اس میں شامل ہے جو میں عرض کر رہا ہوں۔ اس پہلو سے عفو، غفران سے بڑھ کر ہے یعنی جب بھی خدا عفو کا سلوک کرے اچانک آپ کی توجہ اس طرف ہو اور بعض دفعہ انسان محسوس کر لیتا ہے اور غلطی کرتے وقت انسان کہتا ہے کہ میں غلطی کر رہا ہوں اچانک خیال آئے کہ او ہو ایک خدا ہے جو مجھے دیکھ رہا ہے اور دعا دل سے نکلے کہ وہ صرفِ نظر فرما لے اس کے بعد جب بھی غلطی ہونے لگے گی یہ خیال دل میں ضرور گزرے گا۔

اور پھر یہ خیال بھی تو گزرنا چاہئے کہ اللہ کی نظر کے فیض سے میں کسی لمحہ میں کیوں الگ رہوں محض اس لئے کہ میں کمزور ہوں اور گناہوں میں بار بار مبتلا ہوتا ہوں یہ اس کا ایک طبعی نتیجہ ہے، ایک منطقی انجام ہے اس دعا کا جس کے نتیجے میں انسان یہ چاہتا ہے کہ اللہ کبھی بھی صرفِ نظر نہ فرمائے یعنی گناہوں کی وجہ سے صرفِ نظر نہ فرمائے، گناہوں کی توفیق ہی نہ ملے ہمیں اور پھر ہم خدا کی نظر اس طرح اپنے اوپر پڑتی دیکھیں کہ وہ پوری نظر سے ہمیں دیکھ رہا ہے یہ عفو کے خلاف نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو یہ دعا کرتے ہیں کہ ہر حال میں اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ پاک ہے وہ جو ہمیشہ مجھے دیکھتا ہے۔ تو اس سے یہی مراد ہے کہ میں نے تو اللہ کی خاطر اپنے دل کو ایسا مانجھا ہے، ایسا صاف کیا ہے اور اللہ بھی مجھ سے ایسا سلوک فرماتا ہے کہ اگر کوئی کمی رہ بھی گئی ہے تو اس سے صرفِ نظر فرما لیتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اب یہ تمنا رکھتا ہوں کہ ہر حال میں، ہر پہلو سے میرے اندرونے کے ہر حصے پر خدا نظر ڈالتا رہے اور ہمیشہ میری حفاظت فرماتا رہے۔

پس یہ وہ دعا ہے جس کو مانگتے وقت اپنی راتوں میں اس مضمون کو ضرور پیش نظر رکھیں ورنہ اگر یہ دعا مانگی گئی کہ اے خدا ہم گناہ کرتے رہیں اور تو صرفِ نظر کرتا رہے تو یہ گناہ پر دلیری دلائے گی، گناہ سے نفرت نہیں دلائے گی۔ پس اب اس مضمون کو پیش نظر رکھ کر میں پھر اس دعا کو دوہراتا ہوں، اگر عربی لفظ یاد نہیں تو اردو مضمون کو یاد رکھ کر اس کو پیش نظر رکھیں۔ اے میرے اللہ تو عفو کرنے والا ہے۔ اِنَّکَ عَفُوٌّ۔ عفو کا اصل مطلب ہے مجسم عفو ہے یعنی کامل عفو ہے اس سے بڑھ کر عفو کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ تُحِبُّ الْعَفْوَ تو عفو سے محبت کرتا ہے فَاعْفُ عَنِّی پس مجھ سے بھی تو عفو فرما۔ یہ دعا ان معنوں میں اس تمہید کے ساتھ جو میں نے بیان کی ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر آپ دعا مانگیں تو ان دعاؤں میں ہم سب کو شامل رکھیں، ساری جماعت کو شامل رکھیں اور ساری دنیا کو بھی اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ اس رمضان کے فیض سے جماعت احمدیہ سب دنیا کو فیضیاب کرنے والی ہو۔

اب میں آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اقتباس آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اقتباس تو اور بھی بہت سے تھے لیکن یہ انشاء اللہ آئندہ یہی مضمون جاری رہے گا کیونکہ ایک جمعہ رمضان کا آنے والا ہے جسے لوگ جمعۃ الوداع کہا کرتے ہیں اور جس کے تعلق میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اسے جمعۃ الاستقبال کہنا چاہئے۔ وداع نہیں، استقبال۔ بڑھ چڑھ کر اس کا استقبال کریں کیونکہ ایسا جمعہ پھر آپ کو نصیب نہیں ہو گا اور یہ استقبال اس طرح کریں کہ آپ کے پاس ہی ٹھہر جائے یعنی اس کی برکتیں آپ کے لئے ہو جائیں۔ بعض دفعہ آپ بڑے لوگوں کا استقبال کرتے ہیں آئے اور چلے گئے وہ استقبال بھی ہے اور وداع بھی ہے۔ لیکن اگر کسی ایسے محبوب کا استقبال کریں کہ اس کو اپنے گھر ہی میں بٹھا لیں، اپنے دل سے پھر جدا نہ ہونے دیں تو یہ استقبال ایک اور شان کا استقبال ہے۔ پس اگلے جمعہ میں، میں ان معنوں میں اسے استقبال کا جمعہ کہتا ہوں کہ ایسا استقبال کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی محبت اور آپ کی چاہتوں کے پیش نظر آپ ہی کے پاس ٹھہر جائے اور رمضان کی یہ ساری برکتیں سارا سال آپ کی ہو جائیں۔

اس تمہید کے ساتھ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات شروع کرتا ہوں۔ ایک اقتباس کا تھوڑا سا حصہ بیان کر سکوں گا باقی انشاء اللہ اگلے جمعہ کے خطاب کے وقت۔

"جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں"۔ یہ اسی آیت کی تفسیر ہے جو کچھ تفسیر میں پیش کر چکا ہوں۔ "جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں کہ خدا کے وجود پر دلیل کیا ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ میں بہت نزدیک ہوں یعنی کچھ بڑے دلائل کی حاجت نہیں۔ میرا وجود نہایت اقرب طریق سے سمجھ آ سکتا ہے اور نہایت آسانی سے میری ہستی پر دلیل پیدا ہوتی ہے اور وہ دلیل یہ ہے کہ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی سنتا ہوں اور اپنے الہام سے اس کی کامیابی کی بشارت دیتا ہوں"۔ یہ وہ دوسرا مفہوم ہے جو میں نے عرض کیا تھا اس کے علاوہ ہے یعنی اگر تم خدا تعالیٰ کی ہستی کی دلیل چاہتے ہو تو خود ایسے بن جاؤ کہ اللہ تمہاری سننے لگے۔ جب وہ سننے لگے گا پھر تم دلیل بنو گے خدا کی ہستی کی اگر وہ نہیں سنے گا یعنی تم اس سے دور رہو گے تو تم خدا کی ہستی کے لئے کسی دلیل کے طور پر پیش نہیں کئے جا سکتے۔

"جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی سنتا ہوں اور اپنے الہام سے اس کی کامیابی کی بشارت دیتا ہوں"۔ اب ظاہر بات ہے کہ جو خدا کے قریب ہو گا اس عشرے میں، اللہ اس کو اپنا مقرب بنائے گا اس کو کئی قسم کی بشارتیں رویاءِ صالحہ کے ذریعے دے گا، کشوف کے ذریعہ دے گا، الہامات کے ذریعہ دے گا۔ فرماتے ہیں "جس سے نہ صرف میری ہستی پر یقین آتا ہے بلکہ قادر ہونا بھی بپایۂ یقین پہنچتا ہے"۔ یعنی صرف اس طریق پر تمہیں یہ سمجھ آئے گی کہ خدا موجود ہے بلکہ جب وہ تمہاری دعائیں سنے گا تو قادر بھی تو ہو گا۔ آواز کا جواب دیتا ہے اور اس کو قبول جب کر لیتا ہے جو تم اس سے مانگتے ہو وہ دے دیتا ہے تو بغیر قدرت کے وہ کیسے دے سکتا ہے۔ پس ایسی دعائیں مانگو کہ خدا سنے بھی اور اس کی قدرت کا نشان بھی اس سے ظاہر ہو۔

"لیکن چاہئے کہ لوگ ایسی حالت تقویٰ اور خدا ترسی کی پیدا کریں کہ میں ان کی آواز سنوں اور نیز چاہئے کہ وہ مجھ پر ایمان لاویں اور قبل اس کے جو ان کو معرفتِ تامہ ملے اس بات کا اقرار کریں کہ خدا موجود ہے اور تمام طاقتیں اور قدرتیں رکھتا ہے کیونکہ جو شخص ایمان لاتا ہے اسی کو عرفان دیا جاتا ہے"۔ پس چونکہ اس اقتباس کے علاوہ دوسرے اقتباسات کا اس وقت وقت نہیں ہے اس لئے انشاء اللہ اگلے خطبہ میں کسی نئے مضمون کو شروع کرنے کی بجائے یہی مضمون جاری رہے گا اور یہاں سے آگے اقتباسات چلیں گے۔

GUARANTEED PRODUCT
NEVER BEFORE
THIS COMFORT THIS DURABILITY AND SOLIGHT
A TREAT FOR YOUR FEET
Soniky
HAWAI
NEW INDIA RUBBER WORKS (P) Ltd
34,A DEBENDRA CHANDRA DEY ROAD CALCUTTA-15

ملاؤں کی فتنہ انگیزی اور شرپسندی کے نتیجہ میں رمضان کے مبارک مہینہ میں

مسجد احمدیہ بدّوملہی (پاکستان) سے

☆☆☆ کلمہ طیبہ کی تختی کو اکھیڑنے کے لئے پولیس کی مذموم کارروائی ☆☆☆

(رشید احمد چوہدری - پریس سیکرٹری)

پاکستانی مولویوں کی فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے پاکستان پولیس کے فرائض میں یہ چیز بھی شامل ہو گئی ہے کہ وہ احمدیہ مساجد سے کلمہ مٹادیں۔ چنانچہ پاکستان کے طول و عرض میں اکثر ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں جہاں پولیس پہلے تو جماعت احمدیہ کے ممبران کو دھمکیاں دیتی ہے کہ وہ خود ہی اپنی مساجد سے کلمہ مٹا دیں مگر جب یہ جواب ملتا ہے کہ جان جاتی ہے تو جائے مگر ہم اپنے ہاتھوں سے کلمہ کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے۔ پھر دوسرا مرحلہ یہ آتا ہے کہ شرپسندوں کو اجازت دیں کہ وہ جماعت احمدیہ کی مسجد کو کلمہ سے محروم کردیں۔ جماعت احمدیہ کے ممبران اس پر بھی راضی نہیں ہوتے اور ان کا جواب ہوتا ہے کہ پولیس وردی میں آئے اور کلمہ مٹائے تو اس صورت میں وہ کوئی مزاحمت نہیں کریں گے۔ چنانچہ اکثر جگہوں پر پولیس نے ہی یہ "کارنامہ" سرانجام دیا ہے۔

کچھ اسی طرح کا ایک واقعہ جماعت احمدیہ کی مسجد واقع بدوملہی (ضلع سیالکوٹ) کا ہے۔ ۱۰؍جون ۱۹۸۶ء کو بدوملہی کے چند شرپسند مولویوں اور ان کی حمایت کرنے والوں کے پرزور مطالبہ اور دباؤ کے پیش نظر ریذیڈنٹ مجسٹریٹ مہر محمد اکبر اور ایس۔ ایچ۔ او تھانہ رعیہ خاص کی سرکردگی میں پولیس نے بدوملہی کی مسجد سے کلمہ مٹایا تھا اور بڑی خوشی کا اظہار کیا تھا۔ مگر کلمہ کے محافظوں نے ان کی خوشی پر جلد ہی پانی پھیر دیا اور کلمہ پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ نظر آنے لگا۔ پھر تو یہ ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ کلمہ کے دشمن آتے اور پولیس کی مدد سے کلمہ مٹا جاتے اور کلمہ کے محافظ اٹھتے اور کلمہ کو دوبارہ اجاگر کر دیتے۔ یہ عمل ۱۹۸۶ء سے لے کر اب تک کوئی دس مرتبہ دہرایا گیا۔ بالآخر انتظامیہ نے مولویوں کو جواب دیا کہ ہم نے اتنی بار کلمہ مٹایا ہے ہمیں اور بھی کام ہیں جاؤ اور خود کلمہ مٹاؤ۔ اس طرح انتظامیہ کی جان بھی چھوٹ گئی اور مولویوں کو مسجد کے نزدیک آنے کی جرأت بھی نہ ہوئی۔ اور کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه مسجد احمدیہ کی پیشانی پر چمکتا رہا۔

کوئی تین ماہ قبل مسجد احمدیہ کی توسیع کا منصوبہ بنایا گیا۔ بیرونی گیٹ کو بھی بڑا کیا گیا اور اس کے اوپر سنگ مرمر کی تختی (۱۸×۶۳ انچ) پر کلمہ لکھوا کر نصب کر دیا گیا۔ اس کو دیکھ کر کلمہ کے دشمنوں کو سخت اذیت پہنچی اور ایک بار پھر "کلمہ ہٹاؤ" کی مہم شروع ہوئی۔ اس مہم کے سرکردہ مولوی غلام رسول بٹ، مولوی شفیق بھٹی، قاری نصر اللہ، مولوی عظمت اللہ سیفی، مولوی اختر علی، محمد نواز، غلام نبی ربانی اور فضل بٹ تھے جنہوں نے ڈپٹی کمشنر نارووال کو درخواست دی کہ احمدیوں نے اپنی عبادت گاہ پر کلمہ طیبہ لکھ رکھا ہے جس کی وجہ سے ان کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ یہ بھی لکھا کہ احمدی کھلم کھلا تبلیغ کرتے ہیں۔ اپنی عبادت گاہ میں مجالس سوال و جواب منعقد کرتے ہیں اور رمضان المبارک میں دیگر مسلمانوں کو بھی افطاری پر مدعو کرتے رہے ہیں۔

ڈپٹی کمشنر نارووال نے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ اللہ دتہ وڑائچ کو تحقیقات کے لئے مقرر کیا جنہوں نے جماعت احمدیہ بدوملہی کے صدر خواجہ مسعود احمد کو بات چیت کے لئے بلدیہ بدوملہی کے دفتر میں طلب کیا اور کہا کہ آپ کے خلاف مندرجہ بالا مضمون کی درخواست موصول ہوئی ہے کیا یہ سب کچھ صحیح ہے؟ اور یہ کہ اس وجہ سے علاقہ میں نقص امن کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ مجالس سوال و جواب منعقد ہوتی ہیں مگر وہ ہم اپنی مسجد کے اندر تربیتی اغراض سے کرتے ہیں، کسی غیر کو کوئی شکایت نہیں ہونی چاہئے۔ جہاں تک کلمہ کا تعلق ہے جب سے مسجد تعمیر ہوئی ہے اس کے گیٹ پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا جسے آپ لوگ مٹاتے رہے ہیں۔ اس گفتگو کے بعد فیصلہ یہ ہوا کہ مقامی انچارج تھانہ اور چیئرمین ٹاؤن کمیٹی کی موجودگی میں فریقین کو بٹھا کر گفت و شنید کی جائے اور کوئی فیصلہ کیا جائے۔ اس اجلاس میں ٹاؤن کمیٹی کے وائس چیئرمین، بلدیہ کے ممبران اور شرپسند مولوی بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ موجود تھے۔ اور جماعت احمدیہ کے وفد میں مکرم چوہدری مبشر احمد صاحب باجوہ امیر ضلع نارووال کی سرکردگی میں کئی احباب موجود تھے۔ بعض شیعہ بااثر شخصیتیں بھی موجود تھیں۔ ایک شیعہ لیڈر نے انتظامیہ کے سربراہ سے سوال کیا کہ کیا ملک کے سارے قوانین صرف احمدیوں کو دبانے کے لئے ہیں یا کوئی ایسا قانون بھی ہے جس کی مدد سے ان افراد کے خلاف کارروائی کی جائے جو آئے دن مساجد کے لاؤڈ سپیکرز سے احمدیوں کو گالیاں نکالتے رہتے ہیں۔

انچارج تھانہ نے مولویوں کو خبردار کیا کہ آئندہ ایسا ہوا تو وہ ان کے خلاف قانونی کارروائی کرنے پر مجبور ہوگا۔ پھر مولویوں کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ مسجد سے کلمہ اتار لیا جائے۔ اور کہا کہ چونکہ احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جاچکا ہے اس لئے وہ مسجد کو "مسجد" نہیں کہہ سکتے تو پھر کلمہ کیوں لکھتے ہیں۔ مولوی صاحبان نے دھمکی دی کہ ہم نے اپنا موقف انتظامیہ پر واضح کر دیا ہے اب انتظامیہ کا کام ہے کہ وہ قانون پر عمل کروائے۔

جماعت احمدیہ کے وفد کے امیر نے انتظامیہ پر واضح کر دیا کہ اگر آپ نے تختی کو اکھاڑنا ہی ہے تو سرکاری اور باوردی آدمی لے کر آئیں۔ ہم ان کے علاوہ کسی اور شخص کی مداخلت برداشت نہیں کریں گے۔

چنانچہ پولیس کی طرف سے مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۹۹ء (۲۴؍رمضان المبارک) کو پیغام موصول ہوا کہ رات ۸ بجے کلمہ کی تختی کو اکھاڑا جائے گا۔ اسی دن بلدیہ کے چیئرمین اور انچارج پولیس چوکی نے فون پر یہ بھی کہا کہ چونکہ پولیس کے سپاہی یہ کام نہیں کر سکتے اس لئے ہمیں کوئی مستری فراہم کردیں۔ جماعت احمدیہ نے جواب دیا کہ اس مذموم کام کے لئے تو ہم آپ سے کسی قسم کا تعاون کرنے کو تیار نہیں۔

چنانچہ رات نو بجے بدوملہی پولیس تھانہ کے انچارج ریاض چدھڑ، اسسٹنٹ انسپکٹر پولیس تہاور خان، چار پانچ پولیس کانسٹیبلوں کے ساتھ ایک مزدور پکڑ کر لے آئے۔ اور تقریباً پون گھنٹہ کی سرتوڑ کوشش کے بعد کلمہ طیبہ کی تختی کو اکھاڑا گیا اور پھر دو تین سپاہیوں نے اسے پکڑ کر نیچے اتارا۔

اس مذموم کارروائی کی ویڈیو ریکارڈنگ بھی کی گئی ہے۔ اس تمام کارروائی کے دوران مسجد میں موجود تمام احمدی "ہے دست قبلہ نما لا اله الا الله" پڑھتے رہے۔ اور پولیس کے جانے کے بعد کلمہ طیبہ کی تختی کو مین گیٹ کے بالمقابل اندرونی دیوار پر نصب کر دیا گیا ہے۔

منقولات بلا تبصرہ

احمدیہ فرقہ کے ٹی وی چینل کی مسدودی کا مطالبہ

حیدر آباد ۴؍جنوری (سی این اے) جناب محمد باقر حسین شاذ کنوینر انٹرنیشنل غریب نواز مشن نے مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات مسٹر پرمود مہاجن کو ایک مکتوب روانہ کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ احمدیہ فرقہ کا ٹی وی چینل جو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل کے نام سے چلایا جارہا ہے اس کو فوری طور پر بند کر دیا جائے۔ جناب باقر حسین شاذ نے کہا کہ فرقہ احمدیہ کو عالم اسلام نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور یہ فرقہ مذہب اسلام سے خارج ہے۔ خارج اسلام فرقوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے فرقہ کے ساتھ "مسلم لفظ" کا استعمال کریں جناب باقر حسین شاذ نے کہا کہ اس چینل کے ذریعہ مسلم نئی نسل کو گمراہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اس سے عامۃ المسلمین میں مذہب اسلام کے تعلق سے غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ انہوں نے جامعہ نظامیہ کے فتویٰ کا حوالہ بھی اپنے مکتوب کے ساتھ مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات کو روانہ کیا جس میں کہا گیا ہے کہ "فرقہ احمدیہ ختم نبوت کا قائل نہیں ہے اور اس سلسلہ میں خلاف حقیقت تاویلات کرتا ہے اس لئے اس فرقہ کو خارج از اسلام قرار دیا گیا۔ اس فرقہ کا یا اس کے کسی ادارے کا اپنے آپ کو مسلم کہنا جائز نہیں ہے۔

(منصف ۵؍جنوری ۱۹۹۹)

جماعت احمدیہ فرانس کے ساتویں جلسہ سالانہ کا بابرکت انعقاد

بفضل تعالیٰ جماعت احمدیہ فرانس کو اپنا ساتواں جلسہ سالانہ مورخہ ۳۰، ۳۱؍اکتوبر و یکم نومبر ۱۹۹۸ء بروز جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ الحمد للہ۔ ۱۹۹۷ء میں مشن ہاؤس میں بعض تعمیراتی کاموں کی وجہ سے جماعت اس بابرکت اجتماع سے محروم رہی تھی کیونکہ کونسل کی طرف سے مشن ہاؤس کو پبلک استعمال کے لئے بند کیا ہوا تھا۔ چنانچہ امسال مقامی کونسل کی طرف سے اجازت ملتے ہی احباب جماعت نے مکرم امیر صاحب کی ہدایات کے مطابق جلسہ سالانہ کی تیاریوں پر پورے زور شور سے کام شروع کر دیا۔

جلسہ سالانہ کی تیاری کے لئے باقاعدہ کمیٹی تشکیل دی گئی جنہوں نے مکرم افسر صاحب جلسہ سالانہ کی قیادت میں کافی میٹنگز کیں۔ لجنہ اماء اللہ فرانس نے بھی تیاریوں میں بھرپور حصہ لیا۔

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی شرکت بھی متوقع تھی مگر ان دنوں موسم کی شدید خرابی کی وجہ سے حضور ایدہ اللہ تشریف نہ لا سکے جس کا ذکر حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ میں فرمایا اور جلسہ کے شرکاء کو اپنی دعاؤں سے نوازا۔

نماز جمعہ کے بعد لوائے احمدیت لہرانے کے ساتھ جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ تینوں دن اردو اور فرانسیسی زبانوں میں تقاریر ہوئیں۔ جماعت احمدیہ کی روایات کے مطابق نماز تہجد، درس قرآن و حدیث اور باجماعت ادائیگی نماز اور کثرت سے ذکر الٰہی اس جلسہ کا حصہ رہے۔ بعض غیر از جماعت احباب بھی شریک ہوئے۔ وزیر اعظم اور لارڈ میئر کے پیغامات بھی موصول ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ جلسہ بہت کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ فرانس)

بظاہر معمولی فی الحقیقت غیر معمولی

(مکرم و محترم صدیق اشرف علی صاحب قادیان)

اسلام ایک کامل اور مکمل مذہب ہے۔ اس نے انسان کی فلاح و بہبود کیلئے قرآن کریم جیسی مکمل اور پیاری کتاب دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔ اسلام کے بنیادی اور اہم احکامات میں جو حکمتیں پوشیدہ ہیں ان کا بیان کرنا انسان کے بس میں نہیں ہے ان تعلیمات کے فوائد روز بروز دنیا پر عیاں ہوتے چلے جارہے ہیں۔ ان کے علاوہ اُس نے جو بظاہر معمولی معمولی باتیں بیان کی ہیں۔ اُن میں بھی درحقیقت اس قدر حکمت کی باتیں پوشیدہ ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ چنانچہ نمونتاً چند ایک باتیں آپ کے سامنے پیش ہیں:-

۱- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِا لنِّیَّاتِ یعنی سب کاموں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر غور کرتے ہیں تو ہمیں پتہ لگتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چھوٹی سی بات میں جو بظاہر معمولی بات دکھائی دیتی ہے عظیم الشان حکمتیں بیان کردی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں دنیا میں لوگ مختلف کام کرتے ہیں اور ان کاموں کے پیچھے جو نیتیں چھپی ہوتی ہیں وہ بھی مختلف ہوتی ہیں اور نیتوں کے ان اختلاف کی بناء پر ان اعمال کے نتائج اور درجات میں بھاری فرق پیدا ہو جاتا ہے۔

آیئے اس فرق کو اسلامی تاریخ کے ایک واقعہ کی روشنی میں دیکھیں۔

ایک مرتبہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی ضرورت کے پیش نظر صحابہ کرام کو مالی قربانی کی تحریک فرمائی۔ صحابہؓ نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق قربانیاں پیش کیں۔ حضرت عمرؓ کو اُس وقت کسی قدر مالی وسعت حاصل تھی۔ آپؓ نے دل میں یہ عزم کیا کہ آج میں سب سے زیادہ مالی قربانی پیش کروں گا۔ چنانچہ اُس وقت آپؓ کے پاس جس قدر مال و دولت تھی اس کا نصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے عمر اپنے لئے کچھ رکھا ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا نصف لایا ہوں نصف اپنے لئے رکھا ہے۔ اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی اپنی قربانی کا حصہ لے کر دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ کمیت کے لحاظ سے وہ مال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیش کردہ مال سے بہت کم تھا۔ حضرت عمرؓ اپنی قربانی پر دل ہی دل میں خوش ہو رہے تھے کہ آج میں نے بازی جیت لی ہے۔ اتنے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا ابو بکر تم نے اپنے لئے بھی کچھ رکھا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا یارسول اللہ میں اپنے لئے اللہ اور رسول کی یاد چھوڑ آیا ہوں اور دین کیلئے سب مال و دولت لیتا آیا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے سمجھ لیا آج بھی حضرت ابو بکرؓ مجھ سے سبقت لے گئے ہیں۔ ظاہر ہے یہ سبقت ظاہر کے لحاظ سے نہ تھی کیونکہ کثرت کے لحاظ سے حضرت عمرؓ کا دیا ہوا مال ہی زیادہ تھا۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ کی نیت نے اس قلت کو کثرت میں بدل دیا۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث نے کہ سب عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ امیر و غریب طاقتور اور کمزور کے درمیان جو فرق ہے اُس کو مٹا کر رکھ دیا اور انہیں یکساں موقعہ دیا کہ اپنی استطاعت کے اندر رہ کر اپنی قربانی کے معیار کو بلند کریں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ وہ کمزور لوگ جو اپنی حقیقی معذوری کی وجہ سے جہاد میں حصہ نہیں لے پاتے وہ ثواب سے محروم نہیں رہیں گے بلکہ دوسرے مسلمانوں کی طرح خدا کے نزدیک مجاہد شمار ہوں گے۔

پس اسلام کا بنی نوع انسان پر یہ ایک عظیم الشان احسان ہے کہ اس نے اس بظاہر معمولی تعلیم کے ذریعہ انسان کے دلی جذبات کی قدر کی اور اُس کو مایوس ہونے نہیں دیا۔ اسی حکم میں ان لوگوں کیلئے ایک حرف تنبیہہ ہے جو قربانی اور دین کی خدمت کے موقعہ پر اپنی کم مائیگی کو وجہ عذر بناتے ہیں۔ کیونکہ اس تعلیم نے سب کو ایک ہی درجہ پر لا کھڑا کر دیا ہے۔ اور انہیں بتایا ہے کہ قربانی کے معیار کو بلند کرنے کا ہر صاحبِ دل کو یکساں موقعہ میسّر ہے۔

اسلام کی یہ تعلیم اس لحاظ سے بھی قابل قبول اور عقلاً صحیح ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض کام بظاہر ایک جیسے نظر آتے ہیں۔ لیکن ایک شخص کی غرض اُس کام سے محض ریا ہوتی ہے اور دوسرے شخص کی نیّت قومی حمیت ہوتی ہے اور تیسرے شخص کی نیّت اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی ہوتی ہے اب ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان نیتوں کے فرق سے ان اعمال کی نوعیتوں میں بھی کس قدر فرق پڑ گیا ہے۔ پس اسلام اس فطری فرق کو جس کو انسانی کانشنس صحیح تسلیم کرتی ہے قبول کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ دیکھو اعمال کا دارومدار ظاہر پر نہیں بلکہ باطن پر ہے۔ جس کا تجزیہ کرنا مکمل طور پر خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے یا کسی حد تک اُس شخص کے ہاتھ میں ہے جو یہ کام بجالاتا ہے اس انتباہ کے نتیجہ میں ایک مسلمان کیلئے یہ چیز آسان ہے کہ وہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے کہ میرے اعمال میرے اندر چھپی ہوئی نیتوں کے نتیجہ میں خدا کے نزدیک مقبول بھی ہیں یا نہیں۔

اس کے ایک پہلو کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑیئے ہیں۔ بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے۔ جب تک ظاہر و باہر ایک نہ ہو"۔ (کشتی نوح صفحہ ۲۵)

۲- اسلام نے ایک حکم یہ دیا ہے کہ جب تم کوئی کام شروع کرو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا کرو یعنی میں اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ جب کوئی خوشی کی خبر یا بات سنو یا کسی کام کے حسن انجام کو پہنچو تو الحمد للہ کہو۔ جب تمہیں نقصان پہنچے تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہو۔ جب کوئی کام اپنی استطاعت سے بڑھ کر پاؤ تو لاحَوْلَ وَلا قُوَّةَ اِلا بِاللّٰہِ کہو ایسا ہی جب سونے لگو تو یہ دُعا پڑھو جب سو کر اُٹھو تو یہ دُعا پڑھو۔ جب سفر پر نکلو تو یہ دُعا کرو۔ جب گھر واپس لوٹو تو یہ دُعا پڑھو۔ غرضیکہ انسانی اعمال اور اس کی زندگی کا کوئی معمولی پہلو ایسا نہیں جس کیلئے اسلام نے خدا تعالیٰ سے دُعا مانگنا تجویز نہ کیا ہو۔ بظاہر یہ معمولی بات نظر آتی ہے بلکہ اپنی کوتاہی اور غفلت کے نتیجہ میں بعض اوقات ہم ان دُعاؤں کو بھول بھی جاتے ہیں اور بعض اوقات نظر انداز بھی کر جاتے ہیں۔ لیکن جب ہم ان دُعاؤں کی حکمتوں اور فوائد پر نظر کرتے ہیں تو یہ معمولی بات نظر نہیں آتی بلکہ ان میں بہت ساری حکمتیں مخفی نظر آتی ہیں۔

اس بات میں کیا شک ہے کہ تمام طاقتوں اور قوتوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ کارخانہ عالم کا ذرّہ ذرّہ اس کے اذن سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اُس کے اِذن کے بغیر درخت کا ایک پتہ بھی زمین پر نہیں گرتا۔ دوسری جانب ہم انسان کی زندگی پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں معلوم پڑتا ہے کہ اس کے جسم کا رشتہ اس کی روح کے ساتھ نہایت نازک رسّی سے بندھا ہوا ہے جو ایک معمولی جھٹکے سے ٹوٹ سکتا ہے۔ چنانچہ ہم روزمرہ کے معمول میں دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کھانا کھانے بیٹھا ہے اور اس کی جان نکل گئی یا ایک شخص سفر پر گیا ہے اور خیال ہے کل لوٹ آئے گا لیکن موت نے اس کو فرصت نہ دی۔

پس جب خدا تعالیٰ کی عظیم قدرتوں اور اس کے مقابل ہماری کمزوریوں کا یہ عالم ہے تو عقلمندی کا تقاضا ہے کہ ہم اُس مبدأ حیات سے طاقت حاصل کرنے کی کوشش کریں جس کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے۔ جس طرح ایک بلب اس وقت ہی روشنی دیتا ہے جب اس کا کنکشن بجلی کے پاور ہاؤس سے ہو۔ ایسا ہی ہماری روحانی روشنی کیلئے ضروری ہے کہ ہمارا تعلق اپنے خالق کل رب السماوات والارض سے ایک لحہ کیلئے بھی منقطع نہ ہو۔ اس سے بے تعلقی کا ایک ایک پل ہماری روحانی موت ہے۔ اسی لئے رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے معمولی معمولی موقعہ پر بھی خدا تعالیٰ سے دُعا کرنے کا حکم دیا ہے۔

ان دُعاؤں کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جب ہم ہر قدم قادر و توانا خدا سے مدد حاصل کرتے ہوئے اٹھائیں گے تو ہماری قوت ارادی کو تقویت حاصل ہوگی اور ہمارا ہر کام باوقار ہوگا۔ اور ایک متانت سنجیدگی ہمارے کاموں میں ہوگی اور ایک لاأبالی پن اور بے ترتیبی ان کاموں میں نہ رہے گی۔

۳- حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقعوں پر دُعا یا ذکر کرنے کا حکم دیا۔ ان میں سے ایک ذکر کا خاص طور پر بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ یعنی دو کلمے ایسے ہیں جو کہ زبان پر تو بہت ہلکے معلوم ہوتے ہیں لیکن میزان (ترازو) میں بہت بھاری ہیں اور وہ رحمٰن خدا کو بہت پیارے ہیں وہ کلمات یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ

حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جو حکمت ان کلمات کی بیان کی ہے وہ آپ کے الفاظ میں یوں ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"مذکورہ بالا حدیث میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح، تحمید اور عظمت کا اقرار ایسا مثمر ثمرات نافعہ ہے کہ انسان کا ترازوئے عمل اس کے بوجھ سے بہت جھک جاتا ہے اور اس کا درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ فرمائی کہ حبیبتان رحمٰن۔ رحمٰن کو پسند ہیں۔ نادان انسان تو خیال کرتا ہوگا کہ لفظ رحمٰن صرف قافیہ بندی کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن یہ عظیم الشان انسان پر جس کا کوئی کلام لغو اور فضول نہیں ایک ظلم عظیم ہوگا۔ رحمٰن کا لفظ اس حدیث میں قافیہ بندی کیلئے استعمال نہیں کیا گیا بلکہ اس میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں۔ حبیبتان الی الرحمن فرما کر اس ثقل کی وجہ بیان فرمادی ہے۔ جو کلمات سبحان اللہ وبحمدہ و سبحان العظیم کو میزان میں حاصل ہے اور بتایا ہے کہ یہ کلمات اس لئے ثقیل ہیں کہ ان کا بدلہ صرف رحیمیت کے ماتحت ہی نہیں ملتا بلکہ صفت رحمانیت کے ماتحت بھی ملتا ہے۔ کیونکہ یہ کلمات اللہ تعالیٰ کے صفت رحمانیت کے بھی جاذب ہیں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیہ وہ ہے جس کے ماتحت بلا کسی محنت اور مشقت انسان پر انعام ہوتا ہے اور صفت رحیمیت وہ ہے جس کا نزول انسان پر کسی عمل کے بدلے میں ہوتا ہے اور چونکہ انسان کے اعمال محدود ہوتے ہیں اس کی جزا بھی خواہ کس قدر ہی زیادہ ہو آخر محدود ہوگی جیسا کہ قرآن شریف اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے نیک اعمال کے بدلے میں دس گنے اور ستر گنے بلکہ سات سو گنے تک ثواب ملتا

ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ لیکن پھر بھی یہ بدلہ ایک حد تک نسبت عمل کے لحاظ سے ہی ہوتا ہے مگر جو احسان رحمانیت کے ماتحت ہوتا ہے وہ چونکہ کسی عمل کے بدلہ میں نہیں ہوتا اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی جا سکتی۔ پس حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ دوسری عبادات کا بدلہ تو صفت رحیمیت دیتی ہے مگر یہ کلمات صفت رحمانیت کے جاذب ہو جاتے ہیں۔ یعنی جب انسان اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتا ہے اور اس کی عظمت کا اقرار کرتا ہے تو نہ صرف رحیمیت جوش میں آتی ہے۔ بلکہ صفت رحمانیت بھی جوش میں آکر اس پر نازل ہوتی ہے اور چونکہ یہ نزولِ رحمانیت نسبت عمل کے لحاظ سے نہیں بلکہ احسان کے طور پر ہوتا ہے اسلئے اعمال حسنہ کا ترازو بہت وزنی ہو جاتا ہے کیونکہ صفت رحمانیت کا نزول جب صفت رحیمیت کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کی عظمت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔

اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا۔ جب تمہاری نسبت کوئی کلمہ نیک استعمال کیا جائے تو تم کو بھی چاہئے کہ اس قائل کی نسبت اس سے بہتر کلمہ نیک یا کم از کم وہی کلمہ استعمال کرو جیسا کہ السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام تو کیونکر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ جو غیر محدود خزانہ والا ہے۔ اور بہتر سے بہتر بدلہ دینے والا ہے اپنے بندوں سے اس طرح معاملہ نہ کرے۔ وہ کرتا ہے اور ضرور کرتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب میرا بندہ میری طرف ایک قدم آتا ہے تو میں دو قدم آتا ہوں جب وہ تیز چل کر آتا ہے تو میں دوڑ کر آتا ہوں پس اسی اصل کے ماتحت جب ایک بندہ اللہ تعالیٰ کی نسبت کہتا ہے کہ الٰہی آپ پاک ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک تو اُسے اس کی اس عبادت کا بدلہ دیتا ہے دوسرے اس کی نسبت بھی پاکیزگی کا حکم فرماتا ہے۔ کیونکہ فرمایا ہے:

حَيُّوا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا۔ پس جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کی نسبت فرمائے گا کہ تو پاک ہو تو پھر اُس کے گناہ کہاں باقی رہ سکتے ہیں اسی طرح جب بندہ اپنے رب کی نسبت کہتا ہے کہ الٰہی آپ بڑی تعریفوں والے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو تعریفوں والا کر دیتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اقرار کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اُسے بڑا بنا دیتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید اور عظمت کے اقرار سے ایک تو عبادت کا ثواب ملتا ہے اور ایک اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت جوش میں آکر اس بندے کو پاک کر دیتی ہے قابل تعریف بنا دیتی ہے۔ بڑا بنا دیتی ہے"۔

(تحفۃ الملوک صفحہ ۳۹ تا ۴۲)

۴-اسلام نے ایک حکم یہ دیا ہے کہ جب تم کھانا کھاؤ تو دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ جب گھر یا مسجد میں داخل ہو تو دایاں پاؤں پہلے رکھو۔ غرضیکہ ہر ایک اچھے کام میں دائیں پہلو کو ترجیح دو یہ بھی بظاہر ایک عام حکم نظر آتا ہے۔ لیکن فی الحقیقت غیر معمولی ہے۔

عرف عام میں ہمیشہ نیکی کو دائیں سے اور بدی کو بائیں سے تعبیر کیا جاتا ہے قرآن کریم میں بھی اصحاب الیمین اصحاب الشمال وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اُردو میں دائیں ہاتھ کو سیدھا ہاتھ بھی کہتے ہیں۔ انگریزی میں دائیں ہاتھ کو Right Hand کہتے ہیں۔ ان باتوں سے پتہ لگتا ہے کہ دائیں کو نیکی کے ساتھ ایک فطری مناسبت ہے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم کے ذریعہ ایک قسم کی ہماری ٹریننگ اور مشق کا انتظام فرمایا ہے کہ ہم ہر کام میں نیکی کے پہلو کو مقدم رکھیں اور ہماری توجہ ہمیشہ نیک کاموں اور باتوں کی طرف ہو۔ اور اسی طرح جب معمولی معمولی کاموں میں جن میں ہم دائیں پہلو کو مقدم کرنے کی تکرار ہر لمحہ کرتے رہتے ہیں اور ایک طرز کی مشق ہوتی رہتی ہے تو عظیم الشان کاموں کے انتخاب کے وقت بھی نیکی کے پہلو کو مقدم کرنے میں ہماری یہ عادت ہمارے لئے ممد و معاون بن جاتی ہے۔ اور بوجہ اس عادت کے جو ہماری گھٹی میں رچ بس گئی ہوتی ہے جب ہم سے یہ کہا جاتا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھو تو یہ بات ہمیں مشکل معلوم نہیں ہوتی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اپنے دورہ امریکہ کے موقعہ پر احمدیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بعض چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں اور بظاہر چنداں اہم نظر نہیں آتیں لیکن اپنے نتائج کے اعتبار سے ان کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے مثال کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمیشہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ یا اسی قسم کے بعض دوسرے احکام ہیں۔ بظاہر یہ معمولی احکام نظر آتے ہیں لیکن معاشرہ ایسی ہی چھوٹی باتوں سے ایک معین اور مخصوص شکل اختیار کرتا ہے اور انہیں چھوٹی چھوٹی باتوں سے کردار کی خوبی انسان میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ چھوٹی چیزیں ہی ایک بہت بڑے انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔"

(رپورٹ دورہ امریکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نومبر ۱۹۷۶ء)

۵-ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بظاہر معمولی حکم یہ دیا ہے کہ جب تم اپنے بھائی سے ملو تو خندہ پیشانی سے ملو۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وَاِنْ تَلْقٰی اَخَاهُ بِوَجْهٍ طَلِيْقٍ۔ یعنی تمہاری جانب سے یہ بھی ایک صدقہ ہے کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو۔ اس حکم پر عمل کرنے میں انسان کو کچھ بھی خرچ نہیں کرنا پڑتا۔ مگر ہزاروں روپے خرچ کرنے پر بھی ہمیں وہ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا جو خوش مزاجی کے نتیجہ میں ہمیں حاصل ہو سکتا ہے۔

بطور تجربہ اس پر عمل کر کے دیکھئے فوراً ہی آپ کو اس کے فائدہ کا اندازہ ہو جائے گا ایک آدمی سامنے سے چلا آرہا ہے۔ آپ اس سے مسکرا کر ملئے اس کے نتیجہ میں دو طرفہ ایکشن شروع ہو جائے گا۔ ایک تو آپ کے مسکرانے سے آگے والا بھی مسکرانے لگے گا۔ دوسرے آپ کی مسکراہٹ سے خود آپ کی طبیعت بھی ہلکی ہو جائے گی اور آپ کی طبیعت میں ایک انبساط پیدا ہوگا۔ اور جب آپ کو یہ پتہ لگے گا کہ آپ کے اس معمولی ہتھیار نے مد مقابل پر اپنا بھرپور وار کر دیا ہے تو آپ کی خوشی دوبالا ہو جائے گی۔ اس طرح کچھ دیر کیلئے سہی آپ دونوں روزمرہ کی پریشانیوں اور غموں کو بھول جائیں گے۔ خدا تعالیٰ نے انسان کی بناوٹ ہی کچھ اس طرح بنائی ہے کہ اس کے ظاہری اعمال کا اثر اس کے باطن پر پڑتا ہے۔ مثلاً انسان تکلفاً بھی اپنی شکل رونی سی بنالے اور منہ بسورا رہے تو اس کا دل بھی غمگین ہو جاتا ہے۔ برخلاف اس کے اگر اپنے چہرے پر بشاشت طاری کر لے اور ہمیشہ مسکراتا رہے تو اس کا دل بھی خوشی سے بھر جاتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم میں یہ حکم آیا ہے لَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا کہ تم زمین پر اکڑ کر نہ چلا کرو کیونکہ تمہارے اس ظاہری عمل کا ایک باطنی اثر بھی ہے جو یہ ہے کہ تمہارے اس عمل کے نتیجہ میں تم میں تکبر کا مادہ پیدا ہو جائے گا۔

(تفصیل کیلئے دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی)

تفصیل میں نہ جاتے ہوئے میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کے اس معمولی حکم پر عمل کرنے سے انسان کو دینی و دنیاوی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ جب ایک شخص کے متعلق لوگوں کو یہ علم ہو جائے کہ فلاں شخص بہت خوش مزاج ہے ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتا ہے تو لوگ اس کی بڑی قدر کرتے ہیں اس کے حلقہ احباب میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔

مسلمانوں نے اسلام کے اس حکم کے فوائد کو کماحقہ سمجھا ہو یا نہ ہو مگر یورپین لوگوں نے اسلام کے اس حکم کی منفعت کو خوب سمجھا ہے۔ اور انہوں نے اسے اپنی مجلس آداب کا جزو بنا لیا ہوا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی خوب فرمایا ہے کَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ۔ یعنی ہر حکمت کی بات مومن کی اپنی ہی کھوئی ہوئی چیز ہے۔ صرف تلاش کرنا شرط ہے۔

۶- لیجئے ایک اور معمولی بات پیش کرتا ہوں ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ۔ یعنی جو انسان کا شکر نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کا بھی شکر نہیں کرتا۔ فی الحقیقت کیا عظیم الشان نکتہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو متمدن بنایا ہے وہ اپنی ضروریات کیلئے ہمیشہ ہی اپنے ساتھیوں کا محتاج رہا ہے۔ جو شخص دوسرے انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ دوسرے لفظوں میں اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اپنے کام کیلئے کسی اور کا محتاج نہیں جو بالبداہت غلط ہے۔

اسلام کے اس حکم سے کہ انسان ایک دوسرے کا شکر کرے نیک اور اچھے کاموں کی ترغیب ملتی ہے کیونکہ نیک اور عمدہ کام بجالانے والوں کو جب اس بات کا احساس ہو جائے کہ میرے کام رائگاں نہیں گئے بلکہ اس کام سے فلاں شخص کو فائدہ پہنچا ہے اور جس کا اس نے شکریہ کے رنگ میں اظہار بھی کر دیا ہے۔ تو اس سے لازماً اس شخص کی مناسب رنگ میں حوصلہ افزائی ہو جاتی ہے۔ اور وہ آئندہ بھی نیک عمل کرنے کیلئے تیار رہے گا۔

ایک اور حکمت اس حکم کی یہ ہے کہ انسان کو جو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے پہنچتا ہے۔ اور انسان تو اس درمیان میں محض ایک سبب کے ہوتا ہے۔ اس لئے دوسرے لفظوں میں جو انسان کا (ان سببوں کا) شکر ادا نہیں کرتا وہ درحقیقت خدا کا شکر ادا نہیں کرتا کیونکہ وہی مسبب الاسباب ہے۔

۷-جب شکر کا ذکر آہی گیا تو اسلام کے ایک اور حکم کا ذکر کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ۔ یعنی اگر تم شکر کرو گے تو میں اور زیادہ دونگا۔ خدا تعالیٰ کے بے انتہا فضلوں اور اس کی رحمتوں کو کون شمار کر سکتا ہے۔ اور کون بدبخت ہے جو ان احسانوں کے ہوتے ہوئے کفران نعمت کا مرتکب ہو۔ ہماری ساری زندگی اس کی دی ہوئی نعمتوں کے شکر میں گذر جائے تو بھی اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ مرزا غالب نے کیا ہی سچ کہا ہے۔

جان دی ، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یعنی اس کے شکر ادا کرنے میں سب سے بڑی قربانی یہ باور ہو سکتی تھی کہ ہم اپنی جان ہی اس کی راہ میں قربان کر دیں مگر یہ جان بھی تو اسی کی دی ہوئی ہے۔ میری اپنی نہیں پس کیوں کر حق شکر ادا ہو۔

لیکن خدا تعالیٰ کا اپنے کمزور بندوں کے ساتھ حسن سلوک کا اندازہ تو کریں وہ فرماتا ہے۔ اے میرے بندو تم اپنی استطاعت کے مطابق میرا شکر ادا کرتے چلے جاؤ اور میں تمہیں اور دیتا چلا جاؤں گا۔ کیسا سستا مگر فائدہ مند سودا ہے۔ ان مختصر لفظوں میں ہماری ترقیات کے غیر محدود وسعتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ یعنی ہم جس قدر خدا کا شکر ادا کرتے رہیں گے اُسی قدر خدا بھی مزید انعامات ہمیں عطا کرتا رہے گا۔

اس پیارے حکم میں ایک اور بات بھی بیان کی گئی ہے انسان کی دو کیفیتیں ہیں۔ ایک یہ کیفیت ہے کہ اگر وہ اپنی طبیعت میں سیری اور شکر گذاری کا جذبہ پیدا نہ کرے تو کبھی اس کو چین اور سکون نہیں آسکتا۔ اس کی خواہشات پر کوئی بند باندھا نہیں جا سکتا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابن آدم کے پاس اگر ایک پہاڑ کے برابر سونا ہو تو وہ چاہے گا کہ ایک اور پہاڑ سونے کا اس کو مل جائے۔ یہاں تک کہ اس کا پیٹ قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ دوسری کیفیت یہ ہے کہ اگر انسان شکر کرنا چاہے تو بہت تھوڑے پر بھی شکر کر سکتا

ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ یعنی حقیقی امیری دل کی امیری ہے پس شکر کرنے سے ہی حقیقی راحت سکون اور فراخی میسر آسکتی ہے پس جہاں اس حکم کے ذریعہ مزید ترقیات کے دروازے ہمارے لئے کھولے گئے ہیں۔ وہاں شکر کرنے کے نتیجہ میں غناء کی عظیم اور غیر معمولی دولت ہمیں مل سکتی ہے۔ الحمد للہ

۸-رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حکم جو بظاہر ہمیں معمولی نظر آتا ہے یہ دیا ہے کہ اَفْشُوا السَّلَامَ یعنی سلام کو پھیلاؤ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر دو شخص ایک ہی سمت اکٹھے جا رہے ہوں اور ان کے درمیان ایک درخت آجائے اور لحہ بعد پھر آپس میں ملیں تو بھی سلام کیا کرو۔

اس حکم میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں یہ ایک ایسا حکم ہے جس پر ہر کس و ناقص غریب و امیر، چھوٹا بڑا عمل کر سکتا ہے اس سلام کے ذریعہ ایک مومن اپنے بھائی کیلئے ہر دم خدا تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی کا خواہاں رہتا ہے۔ یہ حکم ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہمارا مطمح نظر ہمیشہ دوسروں کی خیر خواہی اور سلامتی ہونا چاہئے۔ اور اس لفظی تکرار سے تسلسل عمل کی ترغیب ملتی ہے۔

ایک باوقار شخص کبھی نہ چاہے گا کہ اس کے قول اور فعل میں موافقت نہ ہو۔ پس کیونکر ممکن ہے ایک شخص زبان سے تو اپنے بھائی کیلئے رحمت اور سلامتی کا خواہاں ہو اور عملاً اس کی خیر خواہی کیلئے کوشاں نہ ہو۔ پس اسلام نے اس معمولی حکم کے ذریعہ ایک اونچے کردار کی طرف توجہ دلائی ہے تاکہ اس سے ایک اچھے معاشرہ کی بنیاد قائم ہو۔ افسوس ہے کہ آج مسلمان اس حکم پر کماحقہٗ عمل نہیں کرتے اور اس ترقی یافتہ دور میں سلام کرنا موجودہ فیشن کے خلاف سمجھ کر اس کو بہت حد تک مسلمانوں نے ترک کر دیا ہے۔ اور سلام کی جگہ بعض بے معنی اور لغو الفاظ کو عند الملاقات استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور اس کا نتیجہ بھی ہمارے سامنے ہے کہ آج ان کے درمیان خیر خواہی اور اخوت کا جذبہ ناپید ہوتا جا رہا ہے جو اسلام ان کے اندر پیدا کرنا چاہتا تھا۔

۹-باہمی محبت اور اخوت کو فروغ دینے کیلئے اسلام نے بظاہر معمولی ایک حکم یہ دیا ہے جس کو آج ترقی یافتہ اقوام نے بھی اس کے سود مند ہونے کے سبب سے اپنا لیا ہے مگر ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں یہ ان کی ایجاد نہیں بلکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی ہمیں یہ بات سکھائی تھی۔ آپ فرماتے ہیں تَہَادَوْا تَحَابُّوْا یعنی اگر تم آپس میں محبت کے تعلقات کو مضبوط کرنا چاہتے ہو تو آپس میں تحفوں کا تبادلہ کیا کرو۔ اور تحفوں کے بارے میں بتایا کہ کوئی معمولی چیز بھی تمہارا بھائی تمہیں دے تو اس کو قبول کیا کرو۔ اس سلسلہ میں اسلام نے بہت ساری تفصیلات بیان کی ہیں مگر تفصیل میں نہ جاتے ہوئے قرآن کریم کے ایک حکم کو بیان کرتا ہوں جس سے اس کے بہت سے پہلو روشن ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا یعنی تحفہ کے بارے میں تمہارا یہ طریق ہونا چاہئے کہ جب کبھی کوئی تحفہ دے تو تمہاری کوشش یہ ہو کہ اس سے بہتر تحفہ اس کی طرف لوٹاؤ یا کم از کم اس تحفہ کے برابر لوٹاؤ اس لئے یہ مسنون طریق رائج ہے۔ وعلیکم السلام کے ساتھ رحمۃ اللہ و برکاتہ کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

۱۰-اسلام صفائی پر بہت زور دیتا ہے وہ ہم سے ایسے معاشرہ کے قیام کا خواہاں ہے جہاں ہر قسم کی ظاہری و باطنی پاکیزگی پائی جاتی ہو۔ چنانچہ اسلام نے صفائی کے سلسلہ میں بہت ساری بنیادی باتیں بیان کی ہیں لیکن صرف ایک معمولی حکم یہاں بیان کیا جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدقہ کے کئی طریق ہیں۔ ان میں سے ایک اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِيْقِ ہے۔ یعنی رستے سے تکلیف پہنچانے والی چیزوں کو ہٹانا۔ بہت آسان سی بات ہے۔ آپ سڑک پر چلے جا رہے ہیں کوئی تکلیف دہ چیز نظر آجائے تو اس کو اٹھا کر دور کر دیا۔ اگر ہر مسلمان اسلام کے بظاہر معمولی نظر آنے والے اس حکم پر عمل کرنا شروع کر دے تو سڑک پر گندگی اور تکلیف دہ چیز رہے گی کیسے۔ اور پھر کون نادان ہو گا جو اس حکم کے ہوتے ہوئے کیلے کے چھلکے یا اس جیسی تکلیف دہ چیز سڑک پر پھینکنے کی جرأت کرے۔

جب سڑکوں کی صفائی کا اس قدر اہتمام ہو گا جہاں پر گندگی کا زیادہ امکان رہتا ہے تو باقی جگہ کی صفائی کا بدرجہ اولیٰ خیال ہونا چاہئے۔ اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ آپ سڑک سے ایک تکلیف دہ چیز کو ہٹا رہے ہیں۔ جس سے سراسر آپ کا اپنا فائدہ مقصود ہے۔ مگر دوسری طرف اسلام اس کو آپ کی طرف سے دیا ہوا ایک صدقہ شمار کرتا ہے گویا آم کے آم اور گٹھلی کے دام والی بات ہوئی۔

۱۱-اب آپ کے سامنے بظاہر ایک عام واقعہ بیان کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات دیر گئے مسجد تشریف لے گئے اس وقت مسجد میں کچھ صحابہؓ سو رہے تھے کچھ صحابہ جاگ رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسبِ معمول ان کو سلام کہا۔ راوی بیان کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر اس طور سے سلام کہا جو ہم میں سے جاگ رہے تھے وہ تو اس سلام کو سن سکیں اور جو ہم میں سے سو رہے تھے ان کی نیند میں خلل بھی واقع نہ ہو سبحان اللہ۔ میرے باپ آپ پر قربان۔ اس معمولی واقعہ کے ذریعہ ہدایت کے ہزار ہا دروازے آپ نے کھول دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ وہ تھے اگر خدانخواستہ آپ کی طرف سے کوئی تکلیف بھی پہنچتی تو وہ اس کو اپنے لئے موجب راحت اور فخر خیال کرتے۔ مگر یہاں آپ ان کیلئے سلامتی کا تحفہ پہنچا رہے ہیں مگر وہ بھی اس آواز سے کہ سونے والوں کی نیند میں خلل واقع نہ ہو۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

آپ نے اپنے اس عمل سے سمجھا دیا کہ نیکی کا معیار کیا ہے ہم میں سے بعض اپنے زعم میں بڑے "نیک" کام کر رہے ہوتے ہیں۔ اور ہمیں یہ بھی خیال نہیں رہتا ہماری اس "نیکی" سے کسی کو تکلیف ہو رہی ہے یا نہیں اور ہمارا یہ کام خدا کے نزدیک مقبول بھی ہے یا نہیں مومن کو بہت چوکس ہونا چاہئے۔ بعض معمولی معمولی باتوں کو نظر انداز کرنے کے نتیجہ میں بڑے بڑے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن کریم صرف عمل کرنے کیلئے نہیں کہتا بلکہ عمل صالح کرنے کو کہتا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کے نزدیک وہی عمل مقبول ہوتے ہیں جو مناسب حال بھی ہوں۔ یہی وجہ ہے دو شخص عمل تو ایک ہی طرح کے کر رہے ہوتے ہیں مگر ایک شخص اپنی حسن احتیاط کے نتیجہ میں دوسرے شخص سے درجہ میں بڑھ جاتا ہے۔

اس واقعہ میں ایک بات ہمیں یہ سکھلائی گئی ہے کہ ہمیشہ دوسروں کے جذبات و احساسات اور آرام کا لحاظ کرنا چاہئے۔ اور یہی اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے۔ پس اس معمولی واقعہ میں معرفت و سلوک کے چشمے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہے ہیں اور جتنا اس پر غور کیا جائے اسی قدر اس سید الانبیاء کی سیرت کے پہلو ہم پر کھلتے چلے جائیں گے۔

۱۲-اسلام نے ایک حکم یہ دیا ہے کہ اَكْرِمُوْا اَوْلَادَكُمْ یعنی تم اپنی اولاد کی عزت کیا کرو۔ والدین کے مقام اور ان کی کامل اطاعت اور ان سے حسن سلوک کرنے کے آداب وغیرہ کے بارے میں اسلام نے مفصل احکامات جاری کئے ہیں مگر یہاں اسلام نے ایک نیا مضمون کھولا ہے۔ تربیت اولاد کے سلسلہ میں ایک کلیدی گر بیان کیا ہے۔ غور کیا جائے تو اس میں ہمیں بے شمار حکمتیں نظر آئیں گی۔

بعض لوگ اپنی اولاد سے عزت سے پیش نہیں آتے اور ان سے ترش روئی سے کلام کرتے ہیں۔ ان کے جذبات اور ان کے نازک احساسات کا خیال نہیں رکھتے بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کو اولاد اس غرض کیلئے دی ہے کہ ان پر حکومت کی جائے ان پر رعب جمایا جائے اس کا رد عمل یہ ہوتا ہے کہ بچے اپنے آپ کو ایک قید اور بندھن میں گھرے ہوئے محسوس کرتے ہیں اور انہیں اپنے اردگرد کا ماحول گھٹا گھٹا سا لگتا ہے اور جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو اپنے آپ کو اس "قید" سے آزاد ہونے کی سوچتے ہیں ظاہر ہے یہ ذہنیت ایک خوشکن مستقبل کا آئینہ دار نہیں بن سکتی۔

لیکن اس کے برعکس جو والدین اسلام کی تعلیم کے مطابق اپنی اولاد کی عزت و تکریم کرتے ہیں اور اس رنگ میں تربیت کرتے ہیں کہ ان بچوں کی تکریم کرنا ان پر لازم ہو جائے اور اپنی اولاد کو خود اعتمادی کے ماحول میں پروان چڑھاتے ہیں۔ ایسے والدین کی اولاد بڑے ہو کر ان کیلئے قرۃ العین بن جاتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ جب آپ کے پاس آپ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ تشریف لاتیں تو آپ ان کے احترام میں کھڑے ہو جاتے اور پیار سے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھاتے۔ اسی پاک مبارک تربیت کا نتیجہ تھا کہ حضرت فاطمۃ الزہراء جنتی عورتوں کی سردار کہلائی گئیں۔

غرضیکہ اگر آپ اسلام کی ان معمولی معمولی باتوں کو جو در حقیقت معمولی نہیں بلکہ غیر معمولی ہیں۔ اپنا معمول بنالیں گے۔ اور ان پر دھیان دینا شروع کر دیں گے تو خدا تعالیٰ ان کے نتیجہ میں آپ کو غیر معمولی برکات سے نوازے گا۔ آپ کے ماحول میں غیر معمولی تبدیلی آجائے گی۔ اور آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ اسلام کی عظیم الشان تعلیمات پر عمل کرنا شروع کر دیں اور ان کے فوائد سے مالا مال ہو جائیں خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آمین۔ ثم آمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا:

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

جلسہ وقفِ نو

محترم عبد العزیز صاحب صدر جماعت احمدیہ رشی نگر کی زیر صدارت ۲۸ جنوری بعد نماز ظہر جلسہ منعقد کیا گیا تلاوت فیاض احمد صاحب اور نظم خاکسار نے پڑھی۔ واقفین نو کی تعلیم و تربیت کے موضوعات پر مکرم محمد رفیق صاحب بٹ مکرم ماسٹر عبد السلام صاحب لون مکرم ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب ایتو مکرم مولوی عبد الحئی نے مختلف تقاریر کیں۔

عزیز معراج احمد اور جمیل یوسف نے ترانہ کی شکل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام سنا کر حاضرین کو محظوظ کیا۔ واقفین نو بچے بچیوں والدین کے علاوہ کثیر تعداد میں خدام و انصار نے جلسہ میں شرکت کی۔ (گلزار احمد گنائی قائمقام سیکرٹری وقف نو رشی نگر کشمیر)

STAR
☎ 543105
CHAPPALS
WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS
105/661, OPP, BLOCK NO-7 FAHIMMABAD COLONY
KANPUR-1- PIN 208001

حضرت مسیح موعودؑ بانی سلسلہ احمدیہ کا تربیت اولاد کا اسلوب

ملک طارق محمود

ہم آئے دن یہ نظارہ دیکھتے ہیں کہ بچہ کوئی غلطی یا شرارت کرتا ہے تو اس کے منہ پر ایک عدد تھپڑ رسید کر دیا جاتا ہے۔ بچہ یا تو رونے لگتا ہے یا پھر بالکل خاموش ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کی یہ خاموشی عارضی ہوتی ہے کیونکہ اندر ہی اندر وہ کئی منفی باتیں سوچتا رہتا ہے۔ اور بڑوں سے نفرت کی تخم ریزی اس کے دل میں ہو چکی ہوتی ہے۔ ایسا بچہ آہستہ آہستہ بدنی سزا کے نتیجے میں بجائے سدھرنے کے ڈھیٹ بن جاتا ہے۔ اور اس پر کوئی سزا کارگر نہیں ہوتی۔ اس وقت اس بچے کے ماں باپ کو سخت پریشانی لاحق ہوتی ہے انہیں کچھ سمجھ نہیں آتا کہ بچہ کی اصلاح کس طرح کریں۔ بے بس ہو کر اپنی قسمت کو کوسنے کے سوا انہیں اور کچھ نہیں سوجھتا۔ ایسے ماں باپ بالعموم یہی کہتے نظر آتے ہیں کہ خدا نے انہیں ایسی اولاد کیوں دی۔ لیکن اگر غور کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ قصور نہ تو ان کی قسمت کا تھا اور نہ ہی اولاد کا بلکہ ان کی تربیت کا انداز ہی درست نہ تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تربیت کے مؤثر انداز کیسے سیکھے جائیں۔ آیئے ہم حضرت مسیح موعودؑ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل کر کے تربیت اولاد کے گر سیکھیں۔

اولاد کیلئے دعا کا ہتھیار

آپؑ بچوں کو سزا دینے کے سخت مخالف تھے جب مدرسہ کے کسی استاد کے خلاف شکایت ملتی کہ اس نے بچے کو مارا ہے تو آپ اس کو سخت ناپسند فرماتے۔ آپ بار بار ہدایت فرماتے کہ بچوں کو جسمانی سزا نہ دی جائے۔ آپ چھوٹے بچوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ماں باپ ہوں یا استاد وہ بچوں کی اصلاح اور درستی پر از خود قادر نہیں ہو سکتے۔ اس ضمن میں آپ کے صحابی خاص حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ سیالکوٹی تحریر فرماتے ہیں۔ ”میں نے بارہا دیکھا ہے کہ آپؑ ایسے کسی چیز پر برہم نہیں ہوتے جیسے کہ اس وقت کہ جب سن لیں کر کسی نے بچے کو مارا ہے۔ یہاں ایک بزرگ نے ایک بچے کو عادتاً مارا تھا۔ حضرتؑ بہت متاثر ہوئے اور انہیں بلا کر بڑی دردانگیز تقریر فرمائی۔ فرمایا میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے۔ گویا بد مزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے۔ فرمایا ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے اشتعال میں بڑھتے بڑھتے ایک دشمن کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ اور جرم کی حد سے سزا میں کوسوں تجاوز کر جاتا ہے اور اگر کوئی شخص خوددار اور اپنے نفس کی باگ کو قابو سے نہ دینے والا اور پورا متحمل اور بردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اسے حق پہنچتا ہے کہ کسی مناسب وقت پر کسی حد تک بچے کو سزا دے یا چشم نمائی کرے۔ مگر مغضوب الغضب اور سبک سر اور طائش العقل ہرگز سزاوار نہیں کہ بچوں کی تربیت کا متکفل ہو۔ فرمایا جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کیلئے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کر لیں۔ اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔۔۔ حرام ہے مشیخی کی گدی پر بیٹھنا اور پیر بننا اس شخص کو جو ایک منٹ بھی اپنے متوسلین سے غافل رہے۔۔۔ آپ نے قطعی طور پر فرمایا اور لکھ کر بھی ارشاد کیا کہ ہمارے مدرسے میں جو استاد مارنے کی عادت رکھتا اور اس ناسزا فعل سے باز نہ آتا ہو اسے یک لخت موقوف کر دو۔ فرمایا ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آداب تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔ جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہو گا وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔“

خبرگیری اور ہمدردی

آیئے اب دیکھتے ہیں کہ بچوں کی بیماری کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا کیا حال ہوتا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ تحریر فرماتے ہیں کہ۔

”آپ بچوں کی خبرگیری اور پرورش اس طرح کرتے ہیں کہ ایک سرسری دیکھنے والا گمان کرے کہ آپ سے زیادہ اولاد کی محبت کسی کو نہ ہوگی اور بیماری میں اس قدر توجہ کرتے ہیں اور تیمارداری میں اور علاج میں ایسے محو ہوتے ہیں کہ گویا اور کوئی فکر ہی نہیں۔ مگر باریک بین دیکھ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور خدا کیلئے اس کی ضعیف مخلوق کی رعایت اور پرورش مدنظر ہے آپ کی پلوٹھی بیٹی عصمت لدھیانہ میں ہیضہ سے بیمار ہوئی۔ آپ اس کے علاج میں یوں دوا دہی کرتے کہ گویا اس کے بغیر زندگی محال ہے اور ایک دنیادار دنیا کی عرف و اصطلاح میں اولاد کا بھوکا اور شیفتہ اس سے زیادہ جانکاہی کر ہی نہیں سکتا۔ مگر جب وہ مرگئی آپ یوں الگ ہو گئے کہ گویا کوئی چیز تھی ہی نہیں۔ اور جب سے کوئی ذکر تک نہیں کیا کہ کوئی لڑکی تھی۔“

(سیرت حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مصنفہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ صفحہ 54-53)

نرمی اور احترام

بعض والدین بچوں پر ضرورت سے زیادہ سختی کرتے ہیں۔ اگر کوئی بچہ کسی موقع پر مشورہ وغیرہ دینا چاہے تو اسے ڈانٹ کر بٹھا دیا جاتا ہے کہ تم تو کل کے بچے ہو تمہیں کیا خبر ان معاملات کی۔ والدین کے اس رویے سے بچوں کو اول تو یہ نقصان پہنچتا ہے کہ وہ ہمیشہ کیلئے چپ چاپ اور گم صم زندگی گزارنے کے عادی ہو جاتے ہیں یعنی لکیر کے فقیر بن کر رہ جاتے ہیں۔ ان کا ذہن پوری طرح نہیں کھلتا اور ان کو معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بات اگر صحیح ہے تو کیوں ہے اور اگر غلط ہے تو اس کی وجہ کیا ہے۔ دوسرے ان بچوں کو یہ نقصان بھی ہوتا ہے کہ ان کے بعض غلط خیالات دل میں جڑ پکڑ لیتے ہیں اور ان کی تصحیح نہیں ہو پاتی۔ اس طرح بچہ اپنی غلط بات کو بھی صحیح خیال کرتا ہے اور دوسرے تمام لوگوں کو غلطی پر تصور کرتا ہے۔ اس طرح وہ آہستہ آہستہ ذہنی مریض بن جاتا ہے۔

جب ہم حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مبارک زندگی پر نظر دوڑاتے ہیں تو اس وصف سے آپ کو پوری طرح متصف پاتے ہیں۔ آپ کی مجلس میں جب آپ کا کوئی بچہ آتا تو آپ اسے اپنے پاس بٹھاتے اور ایسا کرنے میں احترام آمیز رویہ اختیار فرماتے۔

آپ بچوں کو ہمیشہ نرمی اور پیار کے ساتھ سمجھاتے ایک دفعہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اپنے بھائیوں کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی محفل میں آئے اور کسی بات کے یاد آنے پر ہنس پڑے تو حضور علیہ السلام نے صرف یہی فرمایا۔

- ”بیت الذکر میں ہنسنا نہ چاہئے“

(سیرت۔۔۔ از یعقوب علی عرفانی صاحبؓ صفحہ ۳۶۷)

ایک دفعہ اپنے بچپن میں حضرت مرزا محمود احمد صاحب دالان کے دروازے بند کر کے چڑیاں پکڑ رہے تھے کہ حضرت صاحب نے نماز کیلئے باہر جاتے ہوئے ان کو دیکھ لیا اور فرمایا۔

”میاں گھر کی چڑیاں نہیں پکڑا کرتے جس میں رحم نہیں اس میں ایمان نہیں“۔

(سیرت۔۔۔ جلد اول صفحہ ۹۲)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اپنا درج ذیل ذاتی واقعہ سیرت المہدی میں درج فرمایا ہے۔

”ایک دفعہ مسیح موعود علیہ السلام اپنے حجرے میں کھڑے تھے۔ والدہ صاحبہ بھی پاس تھیں۔ میں نے کوئی بات کرتے ہوئے مرزا نظام الدین صاحب کا نام لیا تو صرف نظام الدین کہا۔ آپ نے فرمایا میاں آخر وہ تمہارا چچا ہے اس طرح نام نہیں لیا کرتے۔“

(سیرت۔۔۔ جلد اول صفحہ ۳۱)

دلداری

اولاد کی دلداری کرنا بھی ان کی تربیت کا ایک اہم اور لازمی حصہ ہے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ بچوں کو خوش کرنے کی حتی الوسع کوشش کرتے اس سلسلہ میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ فرماتے ہیں۔

”جاڑے کا موسم تھا حضرت مرزا محمود احمد صاحب“ نے جو اس وقت بچے تھے آپ کی واسکٹ کی جیب میں ایک اینٹ ڈال دی۔ آپ جب لیٹیں وہ اینٹ چبھے میں موجود تھا آپ حامد علی سے فرماتے ہیں۔ حامد علی! چند روز سے ہماری پسلی میں درد ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز چبھتی ہے وہ حیران ہوا اور آپ کے جسد مبارک پر ہاتھ پھیرنے لگا اور آخر اس کا ہاتھ اینٹ سے جا لگا۔ جھٹ جیب سے نکالی اور عرض کیا یہ اینٹ تھی جو آپ کو چبھتی تھی۔ مسکرا کر فرمایا۔

او ہو! چند روز ہوئے محمود نے میری جیب میں ڈالی تھی اور کہا تھا اسے نکالنا نہیں میں اس سے کھیلوں گا“۔

(سیرت حضرت بانی سلسلہ احمدیہ از حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی صفحہ ۳۹)

یہ ہے طریق اولاد کی تربیت کرنے کا ہمیں سوچنا چاہئے کہ کیا ہم اپنی اولادوں کی تربیت اسی انداز سے کر رہے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اپنے رعب اور دبدبہ سے تربیت اولاد کا فریضہ سرانجام دینا چاہتے ہیں جو ناممکن ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان راہوں پر گامزن کرے جو ہمارے لئے اور ہماری آئندہ نسلوں کے لئے ترقی کا پیش خیمہ بنیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۲ اپریل ۹۸ء)

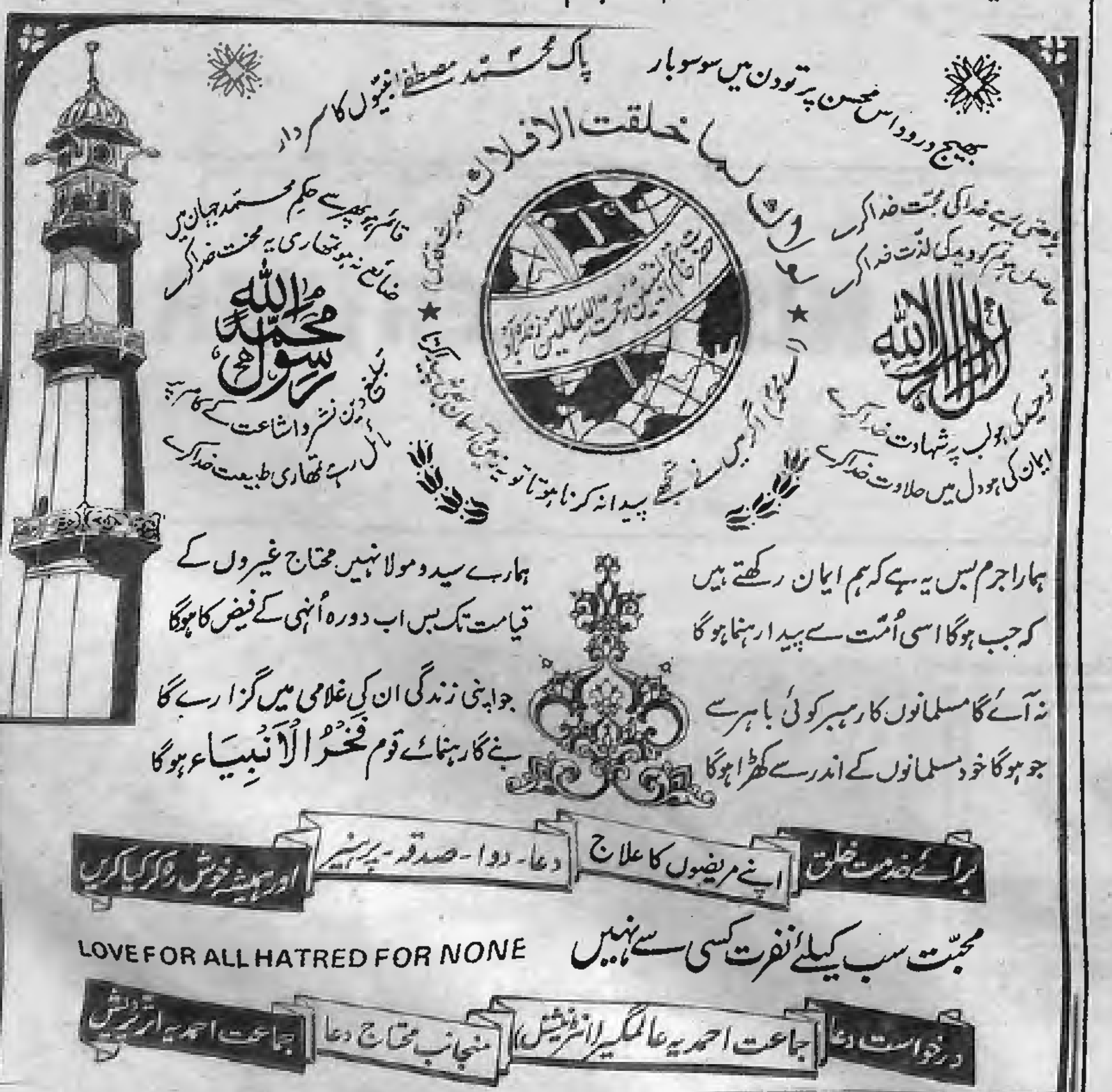

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO-R.N61/57

Subscription
Annual Rs/-150
Foreign
By Air : 20 Pound or 40$ U.S.A
: 60 Mark German
By Sea : 10 Pound or 20$ U.S.A

The Weekly BADR

Qadian 143516, Distt. Gurdaspur Punjab ((INDIA)

☎ (091) 01872-20757
FAX:(091) 01872-20105

Vol - 48 Thursday, Ist April 1999 Issue No: 13

جلسہ یوم مسیح موعود

قادیان ۲۳/ مارچ آج صبح ۹ بجے مسجد اقصیٰ میں جلسہ یوم مسیح موعود لوکل انجمن احمدیہ کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔ جلسہ کی صدارت مکرم مولانا محمد انعام صاحب غوری ناظر دعوۃ و تبلیغ نے کی۔

عزیز اکبر خان متعلم جامعہ احمدیہ کی تلاوت اور عزیز تنویر احمد ناصر متعلم جامعہ احمدیہ کی نظم خوانی کے بعد ”مقام مسیح موعود اور ۲۳ مارچ کی اہمیت“ کے موضوع پر محترم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد پر نسپل جامعہ احمدیہ قادیان اور ”سیرت طیبہ حضرت مسیح موعود بحیثیت عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمدردی خلق“ محترم مولانا محمد حمید کوثر صاحب نے تقریر کی دوران جلسہ عزیز نصر من اللہ نے بھی نظم پڑھی۔

صدارتی خطاب اور دُعا کے بعد جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

ضلع ویسٹ گوداوری صوبہ آندھرا پردیش میں تبلیغی مساعی

آج سے تین سال قبل مکرم و محترم احمد نصیر صاحب مرحوم کے ذریعہ ضلع ویسٹ گوداوری میں جماعت کا آغاز ہوا تھا۔ اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سے دیہات میں جماعت کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ اس عرصہ میں دس مساجد جماعت کو حاصل ہو چکی ہیں۔ جن میں احمدی مبلغین و معلمین خدمتِ دین بجالانے کی توفیق پارہے ہیں۔ اور اس علاقے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دن بدن جماعت ترقی کر رہی ہے۔

گزشتہ ہفتہ ایک تبلیغی وفد نے اس علاقے کے کئی مقامات کا دورہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس دورہ میں دو گاؤں مساجد کے ساتھ جماعت احمدیہ کی آغوش میں آچکے ہیں۔ اس ضلع میں خدمت کرنے والے تمام مبلغین و معلمین کو احسن رنگ میں خدمت دین بجالانے کی توفیق ملنے کیلئے اور نو مبائعین کی استقامت اور مخالفوں کے شر سے بچنے کیلئے خصوصیت سے دُعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

(پی ایم محمد رشید مبلغ سلسلہ احمدیہ کو تیلی ضلع ویسٹ گوداوری)

اعلانِ نکاح

عزیز خواجہ محمد عمر صاحب ابن مکرم خواجہ محمد عبداللہ صاحب درویش قادیان کا نکاح عزیزہ نازیہ پردین بنت مکرم نذیر احمد صاحب تھرمل پلانٹ پانی پت (ہریانہ) کے ہمراہ مبلغ ۲۱۰۰۰ روپے حق مہر پر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان نے مورخہ ۹۹-۲-۶ کو بعد نماز عصر مسجد مبارک میں پڑھا۔ اس رشتہ کے ہر دو خاندان کیلئے بابرکت ہونے کی درخواست دُعا ہے۔ اعانت بدر ۱۰۰ روپے۔ **(منیجر)**

☆۔ مکرم الحاج سید ناصر احمد قرین ابن مکرم سید وسیق الدین احمد صاحب بھونیشور کا نکاح عزیزہ بیگم بنت مکرم عبدالقدوس صاحب آف پنکال کے ساتھ مبلغ ۲۰۰۰۰ (بیس ہزار روپے) حق مہر پر مکرم سید سردر شاہ صاحب نے پڑھا۔ اعانت بدر مبلغ ۱۰۰ روپے ادا کرتے ہوئے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

(سید وسیق الدین احمد بھونیشور)

طالب دُعا: محبوب عالم ابن محترم حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم

M/S NISHA LEATHER
Specialist in Leather Belts, Leather
Ladies & Gents Bag, Jackets Wallets etc.
19A, Jawahar Lal Nehru Road
Calcutta- 700081 ☎ 2457153

احمدیہ فٹ بال ٹیم میچ جیت گئی

28.2.99 نوشہرہ ماجھا سنگھ ضلع گورداسپور میں پنچایت کی طرف سے ہونے والے سالانہ ٹورنامنٹ میں احمدیہ فٹ بال ٹیم قادیان فائنل کے میچ میں جیت گئی۔ الحمد للہ ٹورنامنٹ میں ضلع بھر کی مختلف جگہوں سے آنے والی ۱۴ ٹیموں کے فٹ بال کے مقابلہ جات ہوئے۔ احمدیہ فٹ بال ٹیم نے سیمی فائنل میں نوشہرہ ماجھا سنگھ کی ٹیم کو ہرا کر یہ میچ کھوکھر فوجی سے فائنل میچ میں جیت لیا اور انعامی شیلڈ حاصل کی۔ اس موقعہ پر افسر سپورٹس مکرم عبدالعزیز صاحب اختر انچارج فٹ بال ٹیم مکرم ضیاء الدین نیر بھی شریک ہوئے۔ کیپٹن کا انعام خاکسار کو دیا گیا۔

(عبدالسلام کیپٹن فٹ بال ٹیم قادیان)

درخواست دُعا

☆- مکرم مبشر احمد صاحب آف امروہہ کی طبیعت ناساز چلی آرہی ہے ان کی کامل شفایابی درازیٔ عمر، کاروبار میں برکت اور پریشانیوں کے ازالہ کیلئے درخواست دُعا ہے۔ (محبوب احمد امروہی قادیان)

☆- میرے بڑے بھائی مکرم ظہیر احمد خان صدر جماعت احمدیہ عادل آباد کو فالج کا حملہ ہوا ہے کامل شفایابی درازی عمر اور پریشانیوں کے ازالہ کے لئے درخواست دُعا ہے۔

(فاروق احمد خان نائب صدر جماعت عادل آباد آندھرا)

☆- خاکسارہ کے بیٹے شارق احمد رضوان سلمہٗ کے امتحان میں نمایاں کامیابی اور بہتر مستقبل، میرے چھوٹے بھیا کی کامل شفایابی، والدہ کی صحت و سلامتی و درازیٔ عمر اور جملہ پریشانیوں سے ازالہ کیلئے دُعا کی درخواست ہے۔ (اعانت بدر -/۱۰۰) سیدہ حمیدہ رضوان آف مظفر پور)

محترم سلیم احمد صاحب فضل آف رائچور کرناٹک کو کرناٹک سرکار نے میونسپل کمشنر کی حیثیت سے رائچور میں ہی عہدہ سے سرفراز کیا ہے انہوں نے اس خوشی کے موقعہ پر اعانت بدر ۱۰۰ روپے دیئے ہیں اور درخواست دُعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو یہ عہدہ مبارک کرے اور دین و دنیا کی ترقیات سے نوازے۔

(نذرالاسلام مبلغ یادگیر)

ESTD:1898
MFRS OF ARMY INDUSTRIAL AND CIVILIAN FANCY SHOES
M. MOOSA RAZA SAHIB & SONS
NO 6 ALBERT VICTOR ROAD FORT
BANGALORE - 560002 INDIA
☎: 6700558 FAX: 6705494

PRIME AUTO PARTS
HOUSE OF GENUINE SPARES
AMBASSADOR
&

MARUTI
P, 48 PRINCEP STREET
CALCUTTA- 700072 ☎ 26-3287

We offer professional service in buying, selling of properties for all your real Estate requirement in Bangalore and Karnataka
Contact:-
CHOICE REAL ESTATE
327 Tipu Sultan palace Road
Fort Banglore - 560002 ☎ 6707555

دُعاؤں کے طالب
محمود احمد بانی
منصور احمد بانی | اسد محمود بانی
کلکتہ
BANI®
موٹر گاڑیوں کے پرزہ جات
Our Founder:
Late Mian Muhammad Yusuf Bani
(1908 - 1968)
AUTOMOTIVE RUBBER CO.
BANI AUTOMOTIVES | BANI DISTRIBUTORS
5, Sooterkin Street, Calcutta-700 072
☎: SHOWROOM: 27-2185, 26-9893 WAREHOUSE: 343-4006, 343-4137 RESI: 26-2096, 26-4696, 27-8749 FAX: ++91-33-26-9893

ڈیزائننگ و کمپوزنگ: کرشن احمد، مصباح الدین قادیان